اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور

حصہ ثانیہ

کشف الظلمات

SALAR JUNG EST
(Oriental Sec
LIBRARY
Acc No ... ۸۱۷ ...

اصح الآیات البینات

اس رسالہ مین آیات بینات کے اس حصہ فدک کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے جو مولوی مہدی علی خان صاحب ملقب بہ محسن الملک سکرٹری کالج علیگڈھ نے اپنے آخری حصہ عمر مین تصنیف کیا تھا اور اہل سنت کو اوسپر بڑا ناز تھا۔ اور ضمناً مولوی شبلی صاحب کے الفاروق کا جواب بھی شامل کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ رسالہ باعث ہدایت خلق ہو اور مسلمانون پر حق واضح ہو کیونکہ مین نے حتی الامکان اختصار کا بہت کچھ خیال رکھا ہے تاکہ طول نہ ہو جائے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

فقیر مولف محمد حیدر

عفی عنہ ۱۳۱۲ھ

در مطبع اصطلاح کھوڑہ ضلع سیالکوٹ طبع شد

Presented by: Rana Jabir Abbas
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲

۱۹۶۲

۸۱۸۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد یہ دوسرا حصہ ہے **کشف الظلمات** کا جس مین آیات بینات بحث فدک کا تفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ حصہ اول کشف الظلمات آپکے سامنے ہے جسنے بتادیا حضرت عمر کو نوع نسوان سے مطابق رسم جاہلیت قابلہ عداوت تھی کہ اونکی ہر قسم کی حق تلفی کو وہ ضروری جانتے تھے۔ یہانتک کہ جتنے احکام رسول اللہ صنے انکے حق رسی کیلئے جاری کیے تھے سب کو انھون نے اپنے عہد حکومت مین مٹادیا۔

جناب سیدہ کا مطالبہ فدک زیادہ تر اسی غرض سے تھا کہ جو شریعت خدا نے اپنے خاتم النبیین کے ذریعہ سے جاری کی ہے وہ مٹنے نہ پائے اسی لئے حضرت نے قوت انسانی مین جسقدر طاقت ہے اوسکو اسمین صرف کیا کہ شریعت رسول قائم رہے چنانچہ ایک حد تک اسمین کامیابی ہوئی اور عام طور پر حکم خدا یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین قانون اسلام بنکر جاری ہوا۔ اگرچہ جناب سیدہ متروکہ پدری سے محروم ہی رہین ملاحظہ ہو کشف الظلمات حصہ اول۔

اب ہم اصل آیات بینات کی عبارت کو قولہ سے لکھکر اقول سے جواب دیتے ہین تاکہ حق واضح ہو واللہ یحق الحق ویبطل الباطل۔

قال بحث فدک اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتونکو

بیان کرین گے۔

(۱) فدک کی حقیقت اور اسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا۔

(۳) فئے کے معنی اور اوسکے مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین۔

(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور ازہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور بعضے کہتے ہین کہ وہ حجاز کے ایک طرف مین واقع ہے۔ اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اوسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۱۳۳ مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور اوسے خدا نے اپنے رسولؐ کو فئے کیا تھا اسلئے کہ صلحًا حاصل ہوا تھا۔ اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور معجم البلدان یاقوت حموی مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت مین تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤن ہجرت کے ساتوین سال صلحًا نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین آیا تھا۔ اور اوسمین بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے کہ فدک ایک قصبے کا نام ہے اوسمین اور مدینے مین تین دن کا فاصلہ ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ صاحب الطلال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤن

ہمن سے ایک گاؤن تھا جھوٹ ہے اسوجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن انس
سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو مجتبین بیان کین اون مین سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہؐ
کے لئے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب
عماد الاسلام کے دسوین باب کی فصل اول مین شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی سے
نقل کرکے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہین جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

اقول بیشک قاموس مین ہے فدک ۵ بخیبر یعنی فدک ایک قریہ ہے خیبر مین۔ مگر افسوس
آپنے قریہ کی تفسیر نہین کی کہ قریہ کسکو کہتے ہین اوسی قاموس مین ہے القریہ ویکسر المصر
الجامع صلہ

یعنی قریہ بفتح وکسرہ دونو آیا ہے۔ مصر (شہر) جامع کو کہتے ہین۔ جس سے معلوم ہوا کہ قریہ
کو بمعنی گاؤن لینا بالکل مغالطہ دینا ہے کیونکہ ہمارے محاورہ مین گاؤن ایک چھوٹے
سے دہات کو کہتے ہین مگر زبان عرب مین قریہ کا استعمال بمعنی مصر جامع ہے یعنی بڑا شہر۔

مصر کی لغت مین لکھا ہے والمصر بالکسر الحاجز بین شیئین کالماصر
والحد بین الارضین ۱ ومصر والمکان تمصیرا جعلوہ مصرا فتمصر ومصر
المدینۃ المعروفۃ سمیت بہ لقصرھا صلہ

یعنی مصر لغت مین اوسکو کہتے ہین جو حائل ہو دو شیئون مین مثل ماصر اور حد بین
الارضین اور مصر والمکان وہان کہتے ہین جہان کوئی مقام شہر بنایا جائے اور مصر شہر
معروف ہے جسکو اوسکی آبادی کیوجہ سے مصر کہتے ہین

آپنے مصباح اللغۃ سے لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر
اور خیبر سے ایک منزل" جس سے معلوم ہوا کہ آپکا ترجمہ "گاؤن" بہرطور غلط ہے کیونکہ قاموس
مین ہے البلد والبلدۃ مکۃ شرفہا اللہ تعہ وکل قطعۃ من الارض مستحیۃ
حاصۃ او عامرہ والتراب صلہ

یعنی بلدہ اور بلدہ مکہ معظمہ ہے ..اور ارض یا قطعہ زمین کو کہتے ہین جو آباد ہو۔
غرض نثر و نظیر تمام لغت کی کتابون مین جہان کو کہنے ہوا ایک عظیم الشان شہر ہو جسکی تحدید مین

بہت کچھ اختلاف ہے کشاف اصطلاحات الفنون مین ہے صـ۱۳۲۵

مافیہ جماعات الناس من اھل الحرف وجامع واسواق ومفت وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وقریب منہ مافی المضمرات وفی المضمرات ایضا انہ الاصح وقیل انہ مایجتمع فیہ مرافق الدین والدنیا وقیل مایتعیش فیہ کل صانع سنۃ بلاتحول عنہ الی اخری وقیل مایکون سکانہ عشرۃ الاف وقیل مایسمی مصرا عند التعداد کبخاری۔

یعنی مصر اوسکو کہتے ہین جسمین ہر قسم کے اہل حرفہ۔ اور مسجد جامع۔ اور بازار۔ مفتی۔ قاضی بادشاہ رہتے ہون جو اقامت حدود کرین۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جس شہر مین کل مرافق دین و دنیا جمع ہون وہ مصر ہے۔ بعضے کہتے ہین جسکے باشندون کی تعداد دس ہزار ہو۔ بعضے کہتے ہین کہ وہ ایسا شہر ہو کہ اوسکا علحدہ شمار ہو سکے۔

پس حیف ہے کہ نواب صاحب نے پہلے ہی دھوکھا دیا کہ صاحب قاموس نے فدک کو قریہ کہا تو انھون نے اوسکا ترجمہ گاؤن کر دیا حالانکہ خود صاحب قاموس قریہ کو بمعنی مصر جامع لکھتے ہین اور مصر ایک بڑے شہر کو کہتے ہین جسمین دس ہزار آدمی رہ سکین۔ پھر فدک کو گاؤن بنانا ظلم نہین تو کیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک بڑا شہر تھا جسمین ایک زمانہ مین بادشاہ رہا کرتا تھا۔

آپنے جتنی لغتون کا نام لیا ہے سب مین لفظ قریہ ہے جسکا ترجمہ گاؤن کیا ہے تاکہ اوسکو ایک معمولی گاؤن بنا دین مگر حقیقت قریہ معلوم ہوئی کہ وہ معمولی گاؤن کو نہین کہتے بلکہ عظیم الشان شہر کو بھی گاؤن کہتے ہین لہذا یہ سب تحقیقات آپکی غلط ہوئی۔

قولہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے۔

اقول فتح الباری جلد ششم مین نہین بلکہ جلد سیوم مین ہے جو بحساب بارہ جزو ثانی عشر ہے اوس مین لفظ قصبہ نہین ہے بلکہ بلد ہے اور بلد بمعنی شہر ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔

عبارت فتح الباری یہاں اس طرح ہے قولہ وکانت فاطمۃ تسال ابابکر
فیہا ماترک رسول اللہ من خیبر وفدک وصدقتہ بالمدینۃ) ھذا
یؤید ما تقدم من انھا لم تطلب من جمیع ما خلف وانما طلبت
شیئا مخصوصا فاما خیبر ففی روایۃ المعمر المذکورۃ وسھمہ من
خیبر وقد روی ابوداؤد باسناد صحیح الی سھل بن ابی حثمۃ
قال قسم رسول اللہ خیبر نصفین نصفھا لنوائبہ وحاجتہ و
نصفھا بین المسلمین قسمھا بینھم علی ثمانیۃ عشر سھما وروی
بھناء من طرق اخری عن بشیر بن یسار مرسلا لیس فیہ سھل
واما فدک وھی بفتح الفاء والمھملۃ بعدھا کاف بلد بینھا وبین المدینۃ
ثلاث مراحل وکان من شانھا ما ذکر اصحاب المغازی قالوا ان
اھل فدک کانوا من یھود فلما فتحت خیبر ارسل فدک یطلبون
من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الامان علی ان یترکوا البلد ویرحلوا
وروی ابوداؤد من طریق ابن اسحق عن الزھری وغیرہ قالوا
بقیت بقیۃ من خیبر تحصنوا فسالوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
یحقن دماءھم ویسیرھم ففعل فسمع بذلک اھل فدک فنزلوا علی مثل
ذلک وکانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ ولابی داؤد ایضا
من طریق معمر عن ابن شھاب صالح النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھل
فدک وقری سماھا وھو یحاصر قوما آخرین یعنی بقیۃ اھل خیبر
واما صدقتہ بالمدینۃ فروی ابوداؤد ومن طریق معمر عن الزھری
عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن رجل من اصحاب النبی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر قصۃ بنی النضیر فقال فی آخرہ کانت
نخل بنی النضیر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ اعطاھا ایاہ
فقال ما افاء اللہ علی رسولہ منھم الایۃ قال فاعطی اکثرھا المھاجرین

وبقی منها صدقة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی فی ایدی
بنی فاطمة وروی عمر بن شبة من طریق ابی عون عن الزهری
قال کانت صدقة النبی صلی الله علیه وسلم بالمدینة اموالا لمخیریق
بالمعجمة والقاف مصغر وکان یهودیا من بقایا بنی قینقاع فاسلم یوم احد
النضیر فشهد احدا فقتل به فقال النبی صلی الله علیه وسلم مخیریق
سابق یهود واوصا مخیریق بامواله للنبی صلی الله علیه وسلم
من طریق الواقدی بسنده عن عبد الله بن کعب قال قال مخیریق
ان اصبت فاموالی لمحمد یضعها حیث اراه الله فهی عامة صدقة
رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وکانت اموال مخیریق فی بنی
النضیر وعلی هذا فقوله فی الحدیث الآتی وهما یختصمان فیما افاء
الله علی رسوله من بنی النضیر یشمل جمیع ذلک۔ ص۱۴۱ جلد ۳

یعنی فقرہ صحیح بخاری مین یہ ہے کہ جناب سیدہؑ نے اپنی میراث طلب کی ابوبکر سے متروکات رسول اللہؐ سے خیبر۔ فدک۔ صدقہ مدینہ سے ابن حجر لکھتے ہین کہ اس سے اسکی تائید ہوئی کہ جناب سیدہؑ نے کل متروکات رسول اللہؐ کا نہین مطالبہ کیا تھا۔ بلکہ خاص خاص چیزون کا (خیبر۔ فدک۔ صدقہ مدینہ) جسمین سے خیبر کا ذکر روایۃ معمر مین موجود ہے اور ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کی ہے سہل بن ابی حثمہ سے کہ حضرتؐ نے خیبر کو دو حصہ کیا تھا ایک حصہ تو مسلمانون پر تقسیم کیا تھا ۱۸ حصہ مین سے اور ایک حصہ اپنی ضروریات وحوائج کے لئے رکھا تھا۔ اس مضمون کی حدیث بشیر بن یسار سے بھی آئی ہے بطور ارسال۔

فدک ایک شہر ہے حجاز مین اور مدینہ مین تین مرحلہ کا فرق ہے اسکا قصہ باتفاق مورخین یہ ہے کہ اہل فدک یہودی تھے۔ جب خیبر فتح ہوا۔ تو اہل فدک نے بھی حضرتؐ سے اس شرط پر امان مانگی کہ شہر چھوڑ کر وہ چلے جائین۔ ابوداؤد روایت کرتے ہین کہ کچھ لوگ اہل خیبر سے قلعہ نشین ہوئے اور حضرت سے سوال کیا کہ ہماری جان بخشی

کی جائے۔ ہم شہر ہم پھر کر چلے جاتے ہین۔ حضرت نے اون کی استدعا قبول کی۔ اسکی خبر اہل فدک کو معلوم ہوئی تو اونھون نے بھی اسی طرح گفتگو کی جسکو حضرت نے منظور کیا۔ اسی وجہ سے یہ رسول اللہ کا خالصہ تھا (جسمین مسلمانون کا حق نہ تھا) روایت ابوداؤد مین ہے کہ حضرت نے اہل فدک اور چند قریہ والون سے مصالحہ کیا اوس حالت مین کہ محاصرہ کئے تھے دوسری قوم کا یعنی بقیہ اہل خیبر کا۔

رہا صدقہ مدینہ۔ تو ابوداؤد کی روایت مین ہے کہ بنی النضیر کے باغون سے کچھ باغ حضرت کا خالصہ تھا جسکے بارہ مین آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ منھم نازل ہوا راوی کا بیان ہے کہ حضرت نے اکثر حصہ اوسکا تو مہاجرین کو دیا اوس مین سے صدقہ رسول بچ رہا جو اولاً جناب سیدہ کے ہاتھ مین رہا۔

روایت ابوعون زہری سے یہ ہے کہ حضرت کا صدقہ وہ مال تھا جو مخیریق یہودی کا مال تھا جو اصل مین بنی قینقاع سے تھا مگر بنی النضیر مین آکر نازل ہوا۔ یہ یہودی جنگ احد مین شریک تھا لشکر اسلام کے ساتھ اسنے کہا تھا کہ اگر ہم مارے جائین تو ہمارا کل مال حضرت کا مال ہوگا جسمین آپ جس طرح چاہین تصرف کرین یہ خاص مال رسول اللہ تھا تو اس بنا پر دوسری حدیث مین جو ہے کہ حضرت علیؑ اور عباس مخاصمہ کرتے تھے (بنی) النضیر مین تو اوسکو بھی یہ شامل ہے"

غرض نواب مہدی علی خانصاحب نے جتنی تحقیقات بیان کی اوسکا نتیجہ یہی ہے کہ فدک کوئی گاؤن نہین تھا۔ بلکہ ایک شہر تھا بلد بینہا وبین المدینۃ ثلث مراحل علی ان یترکوا البلد۔ اب آپ تمام اہل علم سے دریافت کرلین کہ بلد کا ترجمہ شہر ہے یا گاؤن یا قصبہ۔

اگر اسپر بھی تسکین نہ ہو تو خود قرآن مجید مین سورہ بقرہ ملاحظہ ہو جسمین خداوند عالم اسی کو قریہ فرماتا ہے واذقلنا ادخلوا ھذہ القریۃ جسپر اتفاق مفسرین ہے کہ مراد اس سے مصر ہے یا بیت المقدس جو کہ بلاد عظیمہ سے ہین نہ کہ گاؤن ہو یا قصبہ۔

یہ پہلی کارروائی ہے حضرات اہلسنت کی یا نواب مہدی علی خان صاحب محسن الملک

کی جنھون نے پہلے ہی سے اوسکی تخطیہ و توہین شروع کی جو بنائے دعوی ہے کہ فدک کو ایک گاؤں
بنادیا حالانکہ تحقیقات لغت سے معلوم ہوا کہ قریہ کا اطلاق بڑے بڑے شہر و نہر ہوتا ہے چھوٹے گاؤں پر
اور قرآن مجید مین تو قریہ کا اطلاق مصر اور بیت المقدس پر ہوا ہے اور خود کہ معظمہ پر جسکو ام القری
کہا۔ تو اب کیا امید ہوسکتی ہے کہ نواب صاحب اصل تحقیقات مین دیانت سے کام لینگے جب
اصل بنائے دعوی ہے مین یہ کارروائی شروع کی۔

متروکات رسول اللہ بمناسبت مقام یہان اون متروکات کا ذکر کرنا مناسب ہے
جو رسول اللہ کا خالصہ تھا علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صـ۱۲۳ مین لکھتے ہین

وقال عیاض من الصدقات التی صارت الیہ احدھا من بقیۃ مخیریق
یوم احد وکانت سبع حوایط فی بنی النضیر قلت مخیریق کان یہودیا
فاعطی تلک الحوایط لرسول اللہ عند اسلامہ الثانی ما اعطاہ الانصار
من اموالھم وھو مما لا یبلغ الماء وکان ھذا املاکہ والثانی ما حقہ
من الفیٔ من اموال بنی النضیر کانت لہ خاصۃ حین اجلاھم وکذا
نصف ارض فدک صالح اھلھا بعد فتح خیبر علی نصف ارضھا فکانت
خالصتہ لہ وکذا ثلث ارض وادی القری اخذہ فی الصلح حین صالح
الیھود وکذا حصان من حصون خیبر الوطیح والسلالم ومنھا
سھمہ من خمس خیبر وما افتتح بنیھا عنوۃ فکانت ھذہ کلھا ملکا
لسیدنا رسول اللہ خاصۃ لاحق لاحد بنیھا فکان یاخذ منھا نفقتہ
ونفقۃ اھلہ ویصرف الباقی فی مصالح المسلمین۔

کہا قاضی عیاض نے کہ حضرت کے صدقات جو آپکو حاصل ہوئے تھے حسب ذیل تھے
ایک تو وہ تھا جو آپکو بذریعہ وصیت مخیریق یہودی حاصل ہوا تھا بروز جنگ احد یہ سات
باغ تھا بنی النضیر مین۔ عینی کہتے ہین کہ مخیریق یہودی تھا جسنے بوقت اسلام حضرت
کو یہ سب باغ دیئے۔
دوسری وہ زمین تھی جو انصار نے حضرت کو دیا تھا اپنی آراضی سے جسمین پانی نہین جا سکتا

تھا یہ حضرت کا ملک خاص تھا۔

تیسرے وہ فئے جو مال بنی النضیر سے حضرت کو حاصل ہوا جبکہ آپنے اونکو جلاوطن کیا۔

چوتھی نصف امین فدک جسپر حضرت نے اون سے صلح کیا تھا بعد فتح خیبر تو یہ بھی حضرت کا خالصہ تھا۔

پانچوین اراضی وادی القری جو حضرت کو بصلح حاصل ہوا۔

چھٹے ساتوین قلعہ وطیح سلالم جو خیبر کے قلعون سے تھا۔

آٹھوین خمس خیبر مین جو آپکا سہم تھا۔ یہ سب حضرت کا خالصہ تھا بلا شرکت احدے جسمین سے حضرت اپنا اور عیال کا نفقہ لیتے تھے اور باقی کو مصالح مسلمین مین صرف کرتے تھے۔

غالبا اسی کی طرف ابن حجر عسقلانی نے اشارہ کیا ہے: فهذا لم تطلبه من جميع ما خلفت انما طلبت شيئا مخصوصا صلے

یعنی جناب سیدہ نے کل متروکات رسول اللہ کا مطالبہ نہین کیا تھا۔ بلکہ خاص خاص چیزونکا جو بروایت بخاری خمس خیبر۔ فدک ہے اور صدقات مدینہ مگر ابوبکر نے کچھ نہ دیا۔

استدلال جناب سیدہ طرہ تو یہ ہے کہ جناب سیدہ نے اپنے دعوی پر پہلے ہی ایسا استدلال فرمایا تھا کہ جسکو کوئی مجاب انصاف اوس سے عادل نہ کرسکتا تھا۔ مگر زبردستی کا کیا علاج ہے چنانچہ ابن حجر لکھتے ہین من طريق ابي الطفيل قال ارسلت فاطمه الى ابي بكر انت ورثت رسول الله ام اهله قال لا بل اهله قالت فاين سهم رسول الله قال سمعت رسول الله يقول ان الله اذا اطعم نبيا طعمة ثم قبضه جعلها للذي يقوم من بعده فرايت ان ارده على المسلمين قالت انت وما سمعت ص۱۴۱ جلد۳

یعنی جناب سیدہ نے ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہ کے وارث ہو۔ یا اونکے اہل تو ابوبکر نے کہا بلکہ اہل رسول اللہ وارث ہین۔ اسپر جناب سیدہ نے کہلوایا پھر سہم رسول اللہ کیا ہوا تو ابوبکر نے کہا ہمنے آنحضرت سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا جو اپنے نبی کو کچھ دیتا ہے۔ تو وہ اوسکا ہوتا ہے جو اونکے بعد قایم مقام ہوتا ہے۔ اسپر جناب سیدہ نے کہلوایا کہ تو تو جانے جو تو نے سنا ہے۔

اس حدیث سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ ابوبکر نے پہلے اقرار کیا کہ رسول اللہ کے وارث اونکے اہل ہین جس سے معلوم ہوا کہ وراثت کا سلسلہ اوسی طرح آپ مین بھی جاری ہے جسطرح غیرون مین جس سے وہ حدیث غلط ہوئی جو بنائی گئی ہے نحن معاشر الانبیاء لا نرث۔

یہی تو باعث ہوا کہ ابن حجر لکھتے ہین ففیہ لفظۃ منکرۃ وھی قول ابی بکر لہا اھل فانہ معارض للحدیث الصحیح کہ اس حدیث مین یہ لفظ منکر ہے جو ابوبکر نے بجواب جناب سیدہؑ کہا تھا کہ حضرتؐ کے وارث آپکے اہل ہونگے کیونکہ حدیث صحیح کے معارض ہے۔ مگر افسوس اسپر نہ خیال کیا کہ یہ کارروائی تو بعد کی ہے۔ پہلا تو وہی قول ہے کہ حضرتؐ کے وارث آپکے اولاد ہی ہونگے۔ چونکہ اسکی تحقیقات آیندہ مذکور ہوگی لہذا اسی پر اکتفا کرتے ہین۔

قال فدک کے حدود جو کچھ متاخرات شیعہ نے بیان کئے ہین اور اوسکی حدبندی کا قصہ وہ جون نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھوین جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ مین فدک کی حدبندی کی نسبت باسند عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق سے یہ بیان کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہ کے گھر مین بیٹھے ہوے تھے کہ جبرئیلؑ آئے اور کہا اے محمدؐ اوٹھو خدائے تبارک و تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کیلئے اپنے پرون سے فدک کی حد بندی کردون۔ آپ جبرئیل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر مین لوٹ آئے اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبرئیل نے میرے لئے اپنے پرون سے فدک کی حدبندی کردی ہے،

اقول ۔ مگر نہ معلوم اسمین کونسا امر قابل اعتراض ہے کیا مثل سید احمد خان صاحب وجود ملائکہ سے انکار ہے یا نزول حضرت جبرئیل مین سے یا خدمت جناب سیدہ و اہلبیت طاہرین سے کہ ہم اوسکو ثابت کرین اگر خیال طول نہ ہوتا تو ہم بہت سے شواہد اسکے کتب اہلسنت سے پیش کرتے کہ بیشک حضرت جبرئیل امین اگر خدمتین اہلبیت طاہرین کی انجام دیا کرتے جسمین ایک خدمت یہ بھی تھی کہ فدک کی حدبندی کردین کیونکہ عام قاعدہ ہے۔ جس امر مین مخالفت کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے تو اسمین اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے۔

تمثیلاً یہ روایت مودۃ القربی سید علی ہمدانی ملاحظہ ہو جو اعاظم علماے اہلسنت سے ہین صفحہ مطبوعہ بمبئی۔

وعن عمر بن الخطاب رض قال نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا علما فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللھم انت شھید ی علیھم وقال کان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی یا عمر لقد عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقدا لا یحلہ الا منافق فاحذران تحلہ قال عمر فقلت یا رسول اللہ انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح قال نعم یا عمر انہ لیس من ولد آدم لکنہ جبریل اراد ان یوکد علیکم ما قلتہ فی علیٍ ۔

یعنی خود عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ جب آنحضرت نے جناب امیرؑ کو علم قرار دیا اور کہا من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو ہمارے پہلو مین ایک جوان خوشرو۔ خوشبو تھا اوسنے کہا اے عمر۔ آج حضرتؐ نے وہ گرہ باندھی ہے کہ اوسکو نہ کھولیگا۔ مگر منافق۔ تو تو اس سے ڈرتا رہ کہ کہین تو ہی اس گرہ کا کھولنے والا نہو۔ عمر نے اس واقعہ کو آکر حضرت سے بیان کیا۔ تو آپنے فرمایا وہ بنی آدم سے نہ تھا۔ بلکہ جبرئیل امین تھے جنھون نے بغرض تاکید تجھسے یہ کہا۔

پس جس طرح حضرت جبرئیل امین نے اس واقعہ خم غدیر مین بغرض تاکید و تائید قول رسول یہ کلام عمر سے فرمایا۔ اوسی طرح حد بندی فدک مین بھی اہتمام کیا کیونکہ اونکو معلوم تھا نتیجہ ان سب کا کیا ہونیوالا ہے۔ اور منافقین امت کیا کرینگے۔

قال ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہین فرمائی جس سے معلوم کہ جبرئیل امین نے اپنے پرون سے جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے وہ اوسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤن مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت مین ہے جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی۔ اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے۔ اور وہ روایت ہے

جسے اب ہم بیان کرتے ہین۔

اقول افسوس تو یہکو بھی نہ سوجھا کہ اسوجہ سے جو آپنے قرار دی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ شیعون نے خلط روایت امام کی طرف منسوب کی بلکہ اسوجہ سے کہ ابوبکر صاحب کو آپکی محنتون کا حال نہ معلوم تھا جو شاید آپ پر رحم کھا کر فدک دیدئے ہوتے کہ پھر آپکو یہ ٹکر پڑتی جس سے آپکو اسقدر خلجان ہو رہا ہے۔

آپکی تحریر دو باتین بتا رہی ہین ایک یہ کہ رواۃ شیعہ معاذ اللہ غلط گو تھے کہ وضعی روایت بتاتے دوسرے یکہ ہدایت خاص طور پر موضوع ہے پہلی بات اس وجہ سے لغو ہے کہ رواۃ شیعہ پر پابندی صدق و راستی مجبور ہین کہ جسقدر جس روایت کو سنین اوسیقدر بیان کرین نہ وہ کذب و افترا کو جائز جانتے ہین نہ اونکو اسکی اجازت ہے۔ بلکہ فرض اسیقدر ہے کہ جسقدر معصوم سے سنا اوسقدر بیان کیا یہ سب اختیارات تو آپ حضرات اہلسنت کو حاصل ہین کہ جہانتک ہو سکے روایت بنائین اور اپنے مریدون کو خوش کرین یہانتک کہ وضعی روایت کا بنانا آپکے یہان کار ثواب سمجھا گیا ہے فاتحہ مجمع البحار شیخ ملا طاہر مین ہے ص۱۰۰ ج۳ نوع فی الوضاعین فی الخلاصۃ اعلم ان الوضع یعرف باعتراف واضعہ وبقرینۃ حال الراوی او المروی بمرکۃ اللفظ والمعنی واعظم الوضاعین ضررا قوم منتسبون الی الزھد وضعوا حسبۃ فیقبل موضوعاتھم و لکرامیۃ وبعض المبتدعۃ یجوزون الوضع فی الترغیب والترھیب وھو خلاف اجماع المسلمین المعتدین وحکی السیوطی عن ابن الجوزی ان من وقع فی حدیثہ الموضوع والکذب والقلب منھم من غلب علیھم الوھم فغفلوا عن الحفظ او ضاعت کتبہ فحدث من حفظہ فغلط ومنھم قوم ثقاۃ لکن اختلطت عقولھم فی اواخر اعمارھم ومنھم من روی الخطاء سھوا ثم اجتنوا بالصواب ولم یرجعوا فقۃ ان ینسبوا الی الغلط ومنھم زناد قۃ وضعوا قصدا الی فساد الشریعۃ وابتداع الشک والتلاعب بالدین وقد کان بعض الزناد قۃ یتمثل الشیخ

فيدس فى كتابه ما ليس من حديثه قال حماد بن زيد وضعت الزنادقة
اربعة الاف حديث فلما اخذ ابن ابى العوجاء لتضرب عنقه قال وضعت
فيكم اربعة الاف حديث احرم فيها الحلال واحل فيها الحرام وسنتم
من وضع نضرة لمذهبه ورجع رجل من المبتدعة فجعل يقول انظروا
عمن تاخذون هذا الحديث فانا كنا اذا هوينا امرا صيرنا له حديثا
ومنهم من يضعون حسبة ترغيبا وترهيبا ومضمون فعلهم ان
الشريعة ناقصة تحتاج الى التتميم ومنهم من اجازوا وضع الاسانيد
بكلام حسن ومنهم من قصد التقرب الى السلطان ومنهم
القصاص الذين يريدون احاديث وترقق وتنفق فى الصحاح يقل
مثله ثم ان الحفظ يشق عليهم ويفوق عدم الدين وجهلهم
وما اكثر ما تعرض على احاديث فى مجلس الوعظ وقد ذكرها قصاص
الزمان اى وعاظهم فاردها فيحقدون علىّ انتهى ۔ ص۵ جلد۲

یعنی خلاصہ مین ہے کہ حدیث کا موضوع ہونا یا تو اقرار واضع سے معلوم ہوتا ہے (سبحان
اللہ کیا علامت ہے کہ جھوٹا خود اقرار کرے) یا قرینہ حال راوی سے یا رکاکت الفاظ روایت
سے (کیا راوی عمدہ الفاظ سے نہین بیان کر سکتا) یا رکاکت معنی حدیث سے ۔ اور سب سے
زیادہ ضرر اون واضعین کا ہے جو منسوب ہوتے ہین طرف زہد کے جو محض خیر خواہی دین سے
حدیث بناتے ہین اور اون کی حدیثین اسوجہ سے قبول ہو جاتی ہین کہ لوگ اونپر اعتماد
کرتے ہین اور کرامیہ اور بعض اہل بدعت (نام نہین لکھا) جائز جانتے ہین حدیث بنانا
ترغیب و ترہیب مین (کسی کام کی طرف رغبت دلانا یا خوف دلانا) حالانکہ یہ طریقہ خلاف
اجماع مسلمین ہے جو قابل شمار نہین ۔

اور سیوطی نے ابن الجوزی سے نقل کیا ہے کہ جن لوگون کی حدیث مین موضوع یا کذب
یا قلب شامل ہے وہ لوگ ہین جنہون نے زہد مخالف لغرض صحیح حدیث وضعی بنا دیئے زیادہ تر ایسے لوگ
تھے) جنھون نے محض یاد پر حدیثین بیان کین ۔ (اور وہ) کتابین ضایع ہو گئین اس لئے

اون کی حدیثون مین غلطی ہوئی (یہ بھی پردہ داری ہے) بعض ان مین وہ ہین جو اصل قابل اعتماد تھے۔ مگر آخر مین اون کی عقلون مین اختلاط ہوا سو جسے حدیثین اونکی غلط ہوئین۔ بعض وہ ہین جنھون نے جھوٹے سے ایسی حدیثین بیان کین۔ پھر اونکو معلوم ہوا مگر شرم سے اپنی غلطی پر قایم رہے کہ لوگ کہین گے اسنے غلط حدیث بیان کی تھی بعض واضعین حدیث زنادقہ ہین جنھون نے محض دین کے غارت کرنے اور شک و فساد پھیلانے کے لئے وضعی حدیثین بنائین اور بعض تو یہ کرتے تھے کہ اپنے اوستاد کو ماخذ کرکے اونکی کتابون مین وہ حدیثین ملا دیتے جو اونکی حدیث نہ تھی حماد بن زید کہتے ہین کہ زنادقہ نے چار ہزار حدیثین بنائین اور جب ابن ابی العوجا کو قتل کرنے لگے تو اوسنے کہا تم نے ہم مین چار ہزار حدیثین بنائی ہین جنمین حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔

بعض واضعین مین وہ ہین جو محض اپنے مذہب کی تائید مین حدیثین بناتے چنانچہ جب اوسنے اوس مذہب سے توبہ کیا تو کہا دیکھو ہم کس سے حدیثین لیتے ہو ہم جب چاہتے کسی امر کو تو حدیث بنا دیتے۔

بعض محض سبتہ للہ حدیثین بناتے ترغیب و ترہیب مین جسکے مطلب یہ ہوتے کہ کہ وہ شریعت کو ناقص سمجھتے کہ اسکے کامل کرنے کی ضرورت ہے بعض جائز جانتے ہین سند حدیث کو اچھا بنانا۔ بعض سلاطین کی خوشامد مین حدیثین بناتے بعض ان مین وہ لوگ ہین جو واعظ ہین کیونکہ وہ ایسی حدیثین بناتے ہین جس سے لوگون کے دل نرم ہون۔ اور صحاح مین ایسی حدیثین کم ہین (مگر ہین) صفحہ ۵۰

غرض جب خود علماء اہلسنت نے اس کثرت سے اور ان اغراض سے وضعی حدیثین بنائی ہین تو وہ کیونکر مومنین کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہین کہ اونھون نے کوئی حدیث بنائی ہو حالانکہ شیعہ کذب کو اکبر کبائر سے جانتے ہین۔

اگر اس بحث کی تفصیل کی جاے تو بیحد وجہ طول ہوگا لہذا جواب شبہ کا صفحہ ۲۵۳ بغایت ۲۶۴ ملاحظہ فرمائیے جسمین ایک جدول اسکا ہے کہ علمائے اہلسنت نے کتنی

وضعی حدیثین بنائی ہین۔

اب آیئے اصل بحث پر کہ جناب امام موسی کاظم نے یہ حدود بتائے جس سے معلوم ہو کہ اصل مقصود امام کیا ہے آیا یہی فدک ہے یا کوئی دوسری بات ہے کیونکہ اصل روایت مناقب شہر ابن آشوب علیہ الرحمہ اس طرح پر ہے وفی کتاب اخبار الخلفاء ان ھرون الرشید کان یقول لموسی بن جعفر خذ فدک حتی ارجعھا الیک فیابی حتی الح علیہ فقال علیہ السلام لا اخذھا الا بحدودھا قال وما حدودھا قال ان حددتھا لم ترددھا قال بحق جدک لا فعلت قال اما الحد الاول فعدن فتغیر وجہ الرشید وقال ایما قال والحد الثانی سمرقند فاربد وجھہ والحد الثالث افریقیۃ فاسود وجھہ وقال ھیہ قال والرابع سیف البحر مما یلی الجزیرۃ وارمینیہ قال قال الرشید فلم یبق لنا شیء فنحول الی مجلسی قال موسی قد علمتک انی ان حددتھا لم ترددھا فعند ذلک عزم علی قتلہ ۱۲ جلد ۵

اس روایت مین یہ حضرت نے فدک کو بدلا ہے نہ اوسکے دعوی سے دست بردار ہوے ہین بلکہ فرمایا ہے کہ جب تک تو اوسکے حدود نہ دیگا نہ لونگا۔

حد کو ہر شخص جانتا ہے کہ اصل سے خارج ہوتا ہے مثلاً کسی زمین کی حدبندی کی جاتی ہے تو اوسکی سمت مقرر کئے جاتے ہین کہ فلان سمت مین فلان شہر ہے یا زمین ہے جو اوس سے خارج ہوتی ہے تو یہ حضرت نے یہ فرمایا کہ ان سب کا نام فدک ہے نہ یہی فرمایا کہ یہ سب ہبہ جناب سیدہ مین تھے۔ بلکہ یہ فرماتے ہین کہ فدک مین اوسی وقت لونگا جب اوسکے حدود کو بھی دے جس سے معلوم ہوا کہ فدک اور چیز ہے حدود اوسکے دوسری چیز۔

قاموس مین ہے الحد الحاجز بین الشیئین ومنتھی کل شیء یعنی حد اوس فاصل کو کہتے ہین جو دوسرے کو جدا کرے۔ اور منتہی کو کہتے ہین جہان اوسکی انتہا ہو۔

اور مجمع بحار الانوار مین ہے الحد وحدود اللہ وعقوباتہ التی قرنہا بالذنوب واصل الحد المنع والفصل بین الشیئین فکان حدود الشرع فصلت بین الحلال والحرام فمنہا ما لا یقرب کالفواحش المحرمۃ ص۲۴۵

تو اب بالیقین معلوم ہوا کہ حضرت نے اوس ملک کو جسکے یہ حدود فرمائے ہین فدک نہین کہا کہ یہ سب فدک ہے بلکہ آپنے بھی ان ملکونکو اوس سے خارج کہا مگر اوس کے حدود کا آپ مطالبہ کر رہے ہین فدک کے ساتھ۔

اب رہی یہ بات کہ آپنے ان ملکون کو فدک کی حد کیون قرار دی اور اوسکا مطالبہ کیون کیا پس پہلے اسکو سمجھنا چاہیئے کہ فدک کا مطالبہ جناب سیدہ ہی نے کیون کیا تھا محض حکم خدا و رسول سے کہ یہ حق جناب سیدہ تھا خواہ بذریعہ وراثت ہو خواہ بذریعہ ہبہ۔ تو مطالبہ کا تعلق استحقاق سے ہوا جو بحکم خدا و رسول وارث کو یا موہوب لہ کو پیدا ہوا۔

وہی حق یہان جناب امام موسی کاظم طلب فرماتے ہین کہ اگر تو فدک کو اسوجہ سے دیتا ہے کہ ہم اوسکے حقدار ہین۔ تو حقیت مین اوسکے حدود بھی داخل ہین کیونکہ جس حکم خدا و رسول سے ہم فدک کے مستحق ہین اوسی حکم خدا و رسول سے ہم ان ممالک کے بھی مستحق ہین جو ممالک اسلام کہلاتے ہین اور جنپر ان خلفا کا قبضہ ہے۔

کیونکہ ہارون شیبہ ظاہر کر رہا ہے کہ ہمارے آپکے اختلاف اسی فدک کی وجہ سے ہے اسکو لے لیجئے تصفیہ ہو جائے حضرت فرما رہے ہین کہ یہ تیری نافہمی ہے کہ جو تو اس اختلاف کی وجہ صرف فدک کو کہہ رہا ہے حالانکہ ہمارے تیرے اختلاف اصل حقیت اور خلافت مین ہے۔

اسی اصول پر حضرت فرما رہے ہین کہ اگر دیتا ہے تو صرف فدک کیون دیتا ہے اوسکے حدود بھی دے تو معلوم ہو کچھ ایمانداری کا اثر تجھ مین ہے۔ نہ یہ کہ آپ فرماتے ہون یہ سب فدک ہے۔

یہان سب سے پہلے خیال اس طرف رجوع ہوگا کہ کیا وجہ ہوئی جناب سیدہ نے صرف فدک کا دعوی کیا جو نہین ملا اور جناب امام موسی کاظم کو فدک مل رہا ہے اور آپ اوس کے

حدود کو اسقدر بڑھا رہے ہین کہ تمامی ممالک اسلامیہ پر دعوی کرتے ہین ۔

مگر جب آپ باخود ہاکے تعلقات وحالات پر تاریخی حیثیت سے غور کرینگے تو فرق معلوم ہوگا کیونکہ فتح الباری مین ہے ھذا یوید ما تقدم من انھا لم تطلب من جمیع ما خلف وانما طلبت شیئًا مخصوصًا صـ۱۲۱ جلد ۳

یعنی جناب سیدہؑ نے کل متروکہ رسول کا مطالبہ نہین کیا تھا بلکہ اوس سے خاص چیز کا مطالبہ کیا تھا ۔

جس سے معلوم ہوا کہ مطالبہ کا تعلق منجملہ متروکات رسول اللہ ایک جزو خاص سے تھا کہ حضرتؑ نے اوسکو طلب کیا اور ابوبکر نے نہ مانا ۔ تو اب مطالبہ جناب موسی کاظمؑ کا فدک سے ترقی کرنا اور اوسکے حدود خارجہ کا مطالبہ ضرور کسی خاص وجہ سے تھا ۔

کیونکہ ہارون رشید خاندان بنی عباس سے ہے جنمین قبل اسلام اور بعد اسلام ایسا اتحاد واتفاق رہا کہ کل ایک خاندان گنا جاتا ۔ اگرچہ حضرت عباس بظاہر قبل از ہجرت رسول اللہؐ مشرف باسلام نہین ہوے تھے ۔ مگر وہ ہر طرح حضرتؐ کے خیر خواہ تھے کیونکہ رسول اللہؐ اور جناب امیرؑ اونکے برادرزادہ تھے جو سلوک عام طور پر چچا کا بھتیجے کے ساتھ ہوتا تھا وہی باخود ہا برتاؤ تھا یہانتک کہ بعد وفات رسول اللہؐ جب جناب امیرؑ نے تجہیز وتکفین کا سامان شروع کیا تو حضرت عباس نے کہا تم ہمسے بیعت لے لو کہنے کو ہو جائے عم رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی بیعت کی ہے چنانچہ تاریخ کامل مین ہے صـ۲۹ جلد ۲

وقال لصھیب صل بالناس ثلاثة ایام واجعل ھولاء الرھط بیننا وقم علی رؤسھم فان اجتمع خمسة وابی واحد فاشدخ راسہ بالسیف وان اتفق اربعة وابی اثنان فاضرب رؤسھما وان رضی ثلاثة رجلا فحکموا عبد اللہ بن عمر فان لم یرضوا بحکم عبد اللہ بن عمر فکونوا مع الذین فیھم عبد الرحمن بن عوف واقتلوا الباقین ان رغبوا عما اجتمع فیہ الناس فخرجوا فقال علی لقوم معہ من بنی ھاشم ان اطیع

فیکم قومکم لم تؤمروا ابدا وتلقاہ عمہ لعباس فقال عدلت عنا فقال
وما علمك قال قرن بی عثمان قال وکونوا مع الاکثر فان رضی رجلان
رجلا ورجلان رجلا فکونوا مع الذین فیہم عبد الرحمن فسعد لا یخالف
ابن عمہ وعبد الرحمن صہر عثمان لا یختلفون فیولیہا احدہما الاخر
فلو کان الاخران معی لم ینفعانی فقال لہ العباس لم ارفعك فی
شئ الا رجعت الی ستاخرا لما اکرہ اشرت علیك عند وفاۃ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تسالہ فیمن ہذا الامر فابیت فاشرت
علیك بعد وفاتہ ان تعاجل الامر فابیت فاشرت علیك حین سماك
عمر فی الشوری ان لا تدخل معہم فابیت احفظ عنی واحدۃ کل ما
عرض علیك القوم فقل لا الا ان یولوك واحذر ہؤلاء الرہط فانہم
لا یبرحون یدفعوننا عن ہذا الامر حتی یقوم بہ لنا غیرنا وایم اللہ
لا ینالہ الا بشر لا ینفع معہ خیر فقال علی اما الذی بقی عثمان لاذکرنہ
ما اتی ولئن مات لیتداولنہا بینہم ولئن فعلوا لتجدنی حیث یکرہون
ثم تمثل۔

حلفت برب الراقصات عشیۃ غدون خفافا قاربات وربما
لیحتلبا رہط ابن ہند بمر فارسا یخیبہا ہنوالشاۃ اخ دردا مصلبا

والتفت فرای ابا طلحۃ فکرہ مکانہ فقال ابو طلحۃ لن نتراع ابا الحسن۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمر نے اپنے مرنے کے بعد جو خلافت کا انتظام کیا تو صہیب سے کہا کہ تین روز تک ہم اقامت جماعت کرنا اور ان لوگون کو جنہین نامزد بخلافت کیا ہے ایک مکان مین جمع کرنا اور باونکے سر پر کھڑے رہنا اگر پانچ کی راے ایک طرف ہو تو چھٹے کو قتل کرنا اور اگر چار ایک طرف ہون تو دو کو مار ڈالنا۔ اور اگر تین آدمی ایک طرف ہون تین ایک طرف تو ہمارے فرزند عبداللہ کو حکم مقرر کرنا اگر اوسکے فیصلہ پر بھی راضی نہون تو اسی طرف مین خلیفہ ہوگا جس طرف عبدالرحمن بن عوف ہون اور باقی لوگون کو قتل کر ڈالنا اگر

مخالفت کرین۔ جب لوگ وہان سے اوٹھے تو حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیون سے بنی ہاشم سے کہا کہ جب تک ہم قوم کی اطاعت کرتے رہینگے کبھی ہمکو خلیفہ نہ ہونے دینگے۔ اس عرصہ مین حضرت عباس سے ملاقات ہوئی تو حضرت علیؑ نے اپنے چچا سے کہا کہ اسد فعہ بھی خلافت ہمسے گئی۔ پوچھا کیونکر۔ کہا کہ ہمارے ساتھ عثمان کو بھی شریک کیا ہے اور اسکا بھی حکم دیا ہے کہ جدہر غلبہ رائے ہو اوسی طرف خلافت ہو اور اگر دو آدمی نے ایک ایک کو منتخب کیا تو اوس طرف رہنا چاہیئے جدہر عبدالرحمن بن عوف ہون تو سعد بن ابی وقاص اپنے ابن عم کو نہ چھوڑینگے۔ اور عبدالرحمن صہر عثمان ہین جنمین اختلاف نہین ہوسکتا لہذا یا عثمان خلیفہ ہونگے یا عبدالرحمن بن عوف۔ اب اگر ہمارے ساتھ دو آدمی [illegible] تو کوئی فائدہ نہین۔

حضرت عباس نے کہا جب ہمنے تمکو اوٹھایا تو تم پیچھے پھرکے ہمارے [illegible] وفات رسول اللہ ص کہا تھا کہ حضرت سے دریافت کرو تمنے انکار کیا (یہ حصہ بالکل غلط ہے مورخ نے مزید ایمان داری سے بڑھایا) بعد وفات رسول ہمنے تمسے کہا کہ جلد بیعت لے لو تو تمنے انکار کیا۔ جب عمر نے تمھارا نام شوری مین لیا اوس وقت بھی ہمنے کہا کہ تم اون مین نہ شامل ہو۔ اس سے بھی انکار کیا۔ اب ایک ہی بات رہ گئی کہ جب تک وہ لوگ تمھاری خلافت نہ قبول کرین تم اون کی کوئی بات نہ مانو۔ اور اس قوم سے حذر کرتے رہو کہ یہ لوگ ہمیشہ ہمسے اسکو علحدہ کرتے رہینگے یہانتک کہ کوئی غیر اسکے ساتھ قایم ہو۔ قسم بخدا نہ پاؤ اس خلافت کو مگر شر جسکے ساتھ کوئی فائدہ نہوگا حضرت علیؑ نے کہا اگر عمر زندہ رہے تو ہم اس ترکیب کو اونھین سمجھا دینگے اور اگر وہ مرگئے تو ضرور یہ لوگ باخود ہامین تقسیم کرلینگے اور ہمکو ایسے حال مین چھوڑینگے جس سے وہ کراہت کرینگے۔

اسکے بعد جو حضرت نے مڑکر دیکھا تو ابوطلحہ انصاری پیچھے پیچھے آرہا ہے جس سے حضرت کو کراہت ہوئی (کہ یہ کیون ساتھ ہوا کیونکہ عمر صاحب نے اسی کو پچاس آدمی کے ساتھ مقرر کیا تھا اپنی وصیت کے انفاذ کیلئے) جسپر ابوطلحہ نے کہا کچھ خوف نہ کرو اے ابوالحسن ص۲۲ جلد ۳

اس واقعہ سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ اس خاندان مین باخود ہا کس قسم کا اتحاد

واتفاق تھا کتاب الامامۃ والسیاسہ میں ہے صـ۲۴

ثم خرج فاتی المغیرۃ بن شعبہ فقال اتری یا ابابکر ان تلقوا العباس فتجعلوا له فی هذا الامر نصیبا یکون له ولعقبه وتکون لکما الحجة علی علیّ وبنی هاشم اذا کان العباس معکم فقال فانطلق ابوبکر وعمر وابو عبیدۃ حتی دخلوا علی العباس رضی اللہ عنہ فحمد اللہ ابوبکر واثنی علیہ ثم قال ان اللہ بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم نبیا وللمومنین ولیّا فمنّ اللہ تعالے علینا حین اظهرنا حتی اختار له اللہ ما عندہ فخلی للناس امرهم لیختاروا لانفسهم فی مصلحتهم متفقین لا مختلفین فاختاروا فی علیهم والیا ولامورهم راعیا وما اخاف بحمد اللہ وهنا ولا حیرۃ ولا جبنا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم علیہ توکلت والیہ انیب وما زال یبلغنی عن طاعن یطعن بخلاف ما اجتمعت علیہ عامۃ المسلمین فیتخذ وتکم لحافا فاحذروا ان تکونوا وجهه المنیم فاما دخلتم فیما دخل فیہ العامۃ او دفعتموهم عما صاروا الیہ وقد جئناک ونحن نرید ان نجعل لک فی هذا الامر نصیبا یکون لک ولعقبک من بعدک اذ کنت عم رسول اللہ وان کان الناس قدّاوا مکانک ومکان اصحابک فعدلوا الامر عنکم علی یسلکم بنی عبد المطلب فان رسول اللہ منا ومنکم

ثم قال عمر ای واللہ واحری انا لم ناتکم حاجة منا الیکم ولکن کرهنا ان یکون الطعن منکم فیما اجتمع علیہ العامۃ فیتقاقم الخطب بکم وبهم فانظروا لانفسکم ولعامتکم. فتکلم العباس فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان اللہ بعث محمدا کما زعمت نبیاً وللمومنین ولیّا فمنّ اللہ بمقامہ بین اظهرنا حتی اختار لہ ما عندہ فخلی علی الناس امرهم لیختاروا لانفسهم مصیبین للحق لا مائلین عنہ بزیغ الهوی فان کنت برسول اللہ طلبت فحقنا اخذت وان کنت بالمومنین طلبت فنحن

منهم متقدمون فيهم فان كان هذا الامر انما يجب لك بالمومنين فما وجب اذ كنا كارهين فاما ما بذلت لنا فان يكن حقك فلا حاجة لنا فيه وان يكن حقا للمومنين فليس لك ان تحكم عليهم وان كان حقنا لم نرض عنك فيه ببعض دون بعض واما قولك ان رسول الله منا ومنكم فانه قد كان من شجرة نحن اغصانها وانتم جيراننا - ص۲۷

یعنی ابوبکر و عمر مغیرہ بن شعبہ کے پاس آئے تو مغیرہ نے کہا اگر تمھاری رائے ہو ابوبکر تو چلیں حضرت عباس کے پاس اور اونکا کچھ حصہ مقرر کرین اور اون کی اولاد کیلئے بھی جس سے تمکو حضرت علیؑ اور بنی ہاشم پر ایک طرح کی حجت حاصل ہو جبکہ عباس تمھارے ساتھ ہو جائین۔ ابوبکر عمر ابو عبیدہ یہ سنکر حضرت عباس کے پاس آئے اور ابوبکر نے بعد حمد و صلوۃ کہا کہ خدا نے محمدؐ کو برسالت مبعوث کیا جو اوسکے نبی اور مومنین کے ولی تھے۔ جب خدا نے اونکو وفات دی تو حضرت نے اس امر خلافت کو رعایا کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اپنی مصلحت کے موافق جسکو چاہیں اختیار کرین جس مین وہ متفق ہون اور مختلف نہون۔ تو اون لوگون نے ہمکو والی بنایا اور اپنے امور کا راعی اور ہمکو بحمداللہ نہ کسی طرح کے وہن کا خوف ہے نہ حیرت کا نہ جبن کا۔ خدا کی توفیق پر اعتماد ہے اور ہمکو برابر اس قسم کی خبرین پہونچتی ہین کہ جو لوگ عامہ مسلمین کے انتخاب کے خلاف ہین وہ اس امر پہ طعن کرتے ہین اور تملوگون کو اپنا پشت و پناہ بناتے ہین لہذا یا تو آپ بھی اوس مین داخل ہو جائے جسمین سب داخل ہوئے ہین (ہماری خلافت قبول کر لیجئے) یا اون لوگون کو اپنے پاس سے نکال دیجئے۔ اور ہملوگ اسلئے آئے ہین کہ اس خلافت مین کچھ حصہ آپکا مقرر کرین جو آپکے بعد آپکی اولاد کے بھی کام آئے کیونکہ آپ عم رسول ہین اگرچہ لوگون نے باوصفیکہ آپکی قدر و منزلت کو دیکھا ہے مگر اسپر بھی سب نے خلافت کو آپلوگون سے علحدہ کر دیا۔ اپنی جگہ پر رہو اے فرزندان عبدالمطلب کیونکہ رسول اللہ ہمسے بھی ہین اور تمسے بھی۔

پھر عمر نے کہا ہان قسم خدا کی ہم اس غرض سے نہین آئے ہین کہ ہمکو کوئی حاجت ہو تمھاری طرف مگر ہمکو یہ بات بری معلوم ہوئی ہے کہ تملوگون کی طرف سے طعن ہو اوس بات پر جسپر

عامہ کا اجماع ہوا ہے۔ جس سے ممکن ہو کہ خلل عظیم ہو تمھارے لئے اور اونکے لئے لہذا نظر کرو
اوس مین جو تمھارے لئے اور عامہ کیلئے مفید ہو۔

حضرت عباس نے بعد حمد خدا کے کہا کہ بیشک خدا نے محمدؐ کو نبی بنایا اور مومنین کیلئے ولی اور وہ اس امر کو یونہی چھوڑ گئے تاکہ اختیار کرین اپنی نفس کیلئے اس حالت مین کہ وہ حق پانے والے ہون۔ نہ کہ اپنی خواہش اور کجروی سے اوس سے عدول کرنیوالے ہون پس اگر تو نے اس خلافت کو رسول اللہؐ کے ذریعہ سے طلب کیا ہے تو ہمارا حق تو نے لیا اور اگر بذریعہ مومنین طلب کیا۔ تو ہم اونھین مومنین سے ہین اور متقدم ہین اون مین اور اگر بوجہ مومنین تمپر خلافت واجب ہوئی تو جب ہم اوس سے کراہت کرتے ہین پھر تمپر واجب کیونکر ہوئی۔ رہی وہ بخشش تم ہمکو دیتے ہو۔ تو اگر اپنے حق سے دیتے ہو تو ہمکو اوسکی حاجت نہین اور اگر وہ حق مومنین ہے تو تجھے جائز نہین کہ اونپر تحکم کرے اور اگر ہمارا حق ہمکو دیتے ہو تو ہم ہرگز اسپر راضی نہین ہین کہ بعض حق کو لین اور بعض کو چھوڑ دین۔

رہا یہ جو تمنے کہا کہ رسول اللہؐ ہمسے اور تمسے دونون سے ہین۔ تو رسول اللہ اوس درخت سے ہین جسکی ہم ڈالیان ہین۔ اور تم اوسکے آس پاس والی زمین"

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خاندان حضرت عباس کو کس طرح کی خصوصیت جناب امیرؑ سے تھی کہ ابتدا سے ایک ہی خاندان محسوب ہوتا کہ ہر چند ابوبکر و عمر نے چاہا کچھ طمع مال دیکر حضرت عباس کو جناب امیرؑ سے علحدہ کرین مگر اونھون نے قبول نہ کیا بلکہ ایسی برجستہ تقریر کی کہ عمر ابوبکر دونون مبہوت رہے۔ پھر کیونکر نہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون رشید سے حقیقت حال کو ظاہر کرتے کہ تو صرف فدک دیکر کیا اپنی مخلصی چاہتا ہے۔

اس تحریر سے جہان روابط خاندانی جناب امیرؑ اور حضرت عباس مین ظاہر ہوئی۔ وہان شیخین کی چال اور تفرقہ پردازی بھی ظاہر ہوئی کہ کس طرح چاہا حضرت عباس کو کچھ حقوق دیکر طرفداری جناب امیرؑ سے علحدہ کرین جو آجکل کے روزمرہ کے واقعات مین مشاہدہ ہوتا رہا ہے کہ دول یورپ کس طرح سلطنت ترکی کا حصہ بخرہ کر رہے ہین اور اوسکے اجزا و ارکان کو کسطرح علحدہ کرتے ہین جس سے اہل عقل سمجھ سکتے ہین کہ دول یورپ کسی نئے امر کے موجد نہین ہین بلکہ وہی سنت

قدیمیہ ہے جو عبد شمس سے جاری ہوا کہ حقدار کو حسبطرح ہو سکے محروم کرین اور تفرقہ ڈالین۔

مولوی صاحب کو ابتدائی حالات خلافت بنی عباس بھی معلوم ہونگے کہ یہ خلافت صرف بنی عباس کی تنہا کوشش سے نہین قایم ہوئی۔ بلکہ خاندان جناب امیرؑ اور بنی عباس کی متفقہ کوشش کا نتیجہ تھا جس مین بنی عباس نے فرزندان جناب امام حسنؑ کی بیعت کی تھی اور اوسی کی بدولت یہ خلافت حاصل ہوئی۔ مگر بعد حصول خلافت اون سبکو محروم بلکہ قتل کیا دیکھئے تاریخ کامل مین ہے صفحہ ۲۰۵ جلد ۵

وعثمان بن محمد بن خالد بن الزبیر هرب بعد قتل محمد فاتی البصرة فاخذ مهنا واتی به المنصور فقال له هیه یا عثمان انت الخارج علی محمد قال بایعته انا وانت بمکة فوفیت ببیعتی وغدرت ببیعتک۔

یعنی ۱۴۵ھ مین جو منصور دوانیقی اور حضرت محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؑ مین جنگ ہوئی۔ اور حضرت محمد بمقام فخ شہید کئے گئے تو حضرت محمد کے ہمراہیون سے عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر بھی تھے۔ یعنی زبیر کے پروتے۔ وہ شہادت محمد کے بعد بصرہ چلے گئے وہان سے گرفتار ہوکر منصور دوانیقی کے پاس لائے گئے تو منصور نے پوچھا کیا تمنے بھی محمد کے ساتھ ہمپر خروج کیا تھا۔ تو عثمان مذکور نے جواب دیا ہمنے اور تمنے دونون نے بمقام مکہ۔ محمد کی بیعت کی تھی۔ ہم اپنی بیعت پر قائم رہے اور تمنے بیعت کو توڑ دیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ جو مشورہ ۱۴۵ھ مین ابتدا تحصیل خلافت کیلئے ہوا تھا اوسمین پہلی بیعت انھین کی ہوئی تھی یعنی محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؑ کی۔ مگر جب خلافت کا وقت آیا ۱۳۲ھ مین تو محمد بن عبداللہ نہ ملے۔ ابو حمید نے۔ ابو السفاح اول خلیفہ عباسی کی بیعت کی اور سلسلہ خلافت بنی عباس قائم ہوا۔

غرض جناب امام موسی کاظمؑ کا مطالبہ بربنیاد اوس دعوی کے تھا جو تمامی ائمہ اطہار کو ہمیشہ سے رہا کہ خلافت ہمارا حق ہے اور جسنے ہمسے لیا بظلم و غصب خواہ ابوبکر ہون یا عمر یا بنی عباس کیونکہ تمامی بنی عباس کو ہمیشہ سے اسکا اقرار تھا کہ یہ خلافت حق جناب امیرؑ و اہلبیت طاہرین ہے چنانچہ جس روز پہلے پہل بیعت ابو السفاح ہوئی ہے اور خطبہ خلافت پڑھا گیا ہے اوس روز

بھی اسکا اقرار کیا گیا۔ چنانچہ تاریخ کامل مین ہے۔

وقام علیه داؤد علی مراقی المنبر فقال الحمد لله شکرا شکرا الا وانه ما صعد منبرکم هذا الا خلیفة بعد رسول الله الا امیر المومنین علی بن ابیطالب وامیر المومنین عبد الله بن محمد واشار بیده الی ابی العباس فقال فی آخر کلامه ایها الناس انه والله ما کان بیننا وبین رسول الله خلیفة الا علی بن ابیطالب وامیر المومنین الذی خلفنی ثم نزل ص۱۵۵ جلد ۵

یعنی جب ابو العباس خطبہ پڑھ چکے تو اونکے چچا داؤد منبر پر گئے اور بعد حمد و نعت کے ایک طولانی خطبہ پڑھا اخیر مین کہا کہ جان رکھو اس منبر پر وہی خلیفہ نے قدم رکھا ہے ایک امیر المومنین علی بن ابیطالب دوسرے یہی عبد اللہ بن محمد ابو العباس۔ پھر آخر کلام مین کہا کہ قسم خدا کی رسول اللہ اور تمہ لوگون کے درمیان مین دوسرا کوئی خلیفہ نہین ہوا بجز امیر المومنین علی بن ابیطالب اور اس خلیفہ کے جو ہمارے پیچھے ہے"

جس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک عقیدہ بنی عباس یہی تھا کہ بجز جناب امیرؑ اور کوئی خلیفہ برحق نہین ہوا تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام موسی کاظمؑ اظہار حق مین سکوت فرماتے۔ بلکہ ضرور تھا کہ اصل دعوی کو ظاہر کرین کہ ہمکو صرف فدک کا مطالبہ نہین ہے۔ بلکہ ہمکو تو خلافت کا دعوی ہے۔

آپنے شاید تاریخ الخلفا سیوطی مین دیکھا ہوگا بذیل ذکر منصور دوانیقی وھو اول من اوقع الفرقة بین ولد العباس وولد علی وکان قبل ذلک امرهم واحدا ص۱۸۳

کہ منصور دوانیقی پہلا شخص ہے جسنے تفرقہ ڈالا اولاد جناب امیرؑ اور حضرت عباس مین ورنہ پہلے ان لوگون کا امر ایک تھا۔

پھر جب قدیم الایام سے اولاد جناب امیرؑ اور حضرت عباس مین یہ اتحاد تھا کہ دونو کے امور ایک تھے تو کیا ممکن تھا کہ ہارون رشید اصل دعوی سے بیخبر ہو اور حضرت اوسکو ظاہر نہ کرین دیکھیے اوسی تاریخ الخلفا مین ہے۔

واخرج الصولی عن اسحاق الهاشمی قال کنا عند الرشید فقال بلغنی
ان العامة یطعنون فی بغض علی بن ابیطالب ووالله ما احب احدا
حبه له ولکن هولاء اشد الناس بغضاً لنا وطعنا علینا وسعیاً فی
فساد ملکنا بعد اخذنا بثارهم ومساهمتنا ایاهم ما حویناه حتی انهم
لامیل الی بنی امیة منهم الینا فاما ولده لصلبه فصمیم ساده الاهل
والسابقون الی الفضل ولقد حدثنی ابی المهدی عن ابیه المنصور
عن محمد بن علی عن ابیه عن ابن عباس انه سمع النبیؐ یقول
فی الحسن والحسین من احبهما فقد احبنی ومن ابغضهما فقد
ابغضنی وسمعه یقول فاطمه سیدة نساء العالمین غیر مریم بنت
عمران واسیه بنت مزاحم ص۱۹۹ مطبوعہ لاہور

یعنی اسحق ہاشمی راوی ہے کہ ہارون رشید نے کہا ہمکو خبر پہونچی ہے کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ ہم دشمن علی بن ابیطالب ہین حالانکہ قسم بخدا ہمسے بڑھکر کوئی اونکا دوست رہنے والا نہین ہے مگر یہ لوگ سب سے زیادہ ہمارے دشمن ہین اور ہمپر طعن کرتے ہین اور فساد ملک مین کوشان ہین۔ حالانکہ ہمنے اونکا انتقام لیا دشمنون سے اور ہر طرح اون سے سلوک کیا مگر یہ لوگ بنی امیہ کی طرف زیادہ مائل ہین بہ نسبت اسکے کہ ہماری طرف مائل ہون۔ رہے وہ لوگ جو اولاد جناب امیر کی صلبی تھے تو وہ ہر طرح سادات اہل سے تھے اور سابقین فضل کی طرف۔ ہمسے اسے باپ مہدی نے حدیث بیان کیا ابن عباس نے سنا آنحضرت کو فرماتے ہوے حسنؑ و حسینؑ کے بارہمین کہ جو ان سے محبت رکھتا ہے او سنے ہمسے محبت کی اور جس نے اون سے عداوت کیا اوسنے ہمسے عداوت کی اور جناب سیدہؑ کے بارہمین فرمایا کہ فاطمہؑ سیدہ نساء العالمین ہین بہ استثنار مریم بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم۔

غرض چونکہ خاندان بنی عباس ابتدا سے انتہا تک مدعی محبت و ولاے اہلبیت طاہرین تھا اور باوصف قتل و غارت وہ حقیت اہلبیت اطہار کے معترف تھے لہذا جناب امام موسی کاظم

نے اوسکو متنبہ کیا کہ تو تو جانتا ہے ہماری حقیت کا قائل ہے پھر کیون صرف فدک دیتا ہے اور اوسکے ان حدود کو بھی نہین دیتا کیونکہ فدک پر ہماری حقیت بھی بقول خدا و رسول ہے ۔ پھر اوسی قول خدا و رسول سے ہمارے کل حقون کو کیون نہین حوالہ کرتا ۔۔

معاملہ فدک کچھ تازہ امر نہ تھا ۔ بلکہ ابتدا سے قبضہ و دخل سے اسکے حالات سبکو معلوم تھے ۔ کیونکہ یہ وہی فدک تھا جسپر رسول اللہ قابض ہوئے اور جناب سیدہ کو ہبہ کیا ۔

یہ وہی فدک ہے جس سے ابو بکر و عمر نے جناب سیدہ کو محروم کیا اور ہمیشہ وہ معصومہ انکے ظلم و ستم کی شاکی رہین ۔

یہ وہی فدک ہے جسے عثمان نے اپنے داماد مروان کو جاگیر مین دیا اور عمر بن عبد العزیز نے اوسکو واپس کیا ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا صہ ۱۵۱

پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت اوسکے نسبت یہ دعوی کرتے اور ہارون ساکت رہتا بجز اسکے کہ وہ حضرت کے اصلی مطلب کو سمجھا تھا کہ حضرت اس حیثیت سے فرماتے ہین ۔

قولہ اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حد اوسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری احد اور چوتھی سمندر یان کی تھی اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے اسپر یہودیون نے قبضے مین ابو بالہ کے مرنے کے بعد تھی ۔ پس اوسکو خدا و رسول نے اپنے لئے فئے بغیر جنگ و جدل کے کر لیا ۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہ کو دیدو ۔

اقول ۔ ہان یہ دوسری روایت ہے اور اگر بطریق صحیح یہ حدیث ثابت ہو تو اس مین کسیکو عذر نہین ہو سکتا ۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے جو کسی سلطنت پر قبضہ کرتا ہے تو ہمیشہ اوسکے اون حدود کا مطالبہ رہتا ہے جو کسی وقت مین اوسکے حدود مین داخل تھا ۔ پس اگر قبضہ یہود مین یہ مقامات تھے تو ضرور اوسکا دعوی ہوگا ۔ اور چونکہ وہ مقامات اہل اسلام کے قبضہ مین آچکے تھے لہذا اوسکا دعوی صحیح ہے ۔

مگر اصل وہی ہے جو پہلے مرقوم ہوا کہ حضرت کا دعوی اس حیثیت سے تھا کہ وہ

چاہتا تھا آپکے حقوق کو ادا کرین نہ اس حیثیت سے کہ یہ سب فدک ہے۔

قال ۔ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ دو نو حدبندیان جو بیان کی گئین معاویہ کے خلاف ہین جو امت نویسون نے بیان کین ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعوی اون سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا۔ (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلیے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہانتک مسلمانون کا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہ الوصی کا مطالبہ فرماتی تھین۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جس طرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اونھین لوگون کے سپرد کر دیا تھا جنسے صلحا لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہوا اوس مین سے نصف وہ لوگ لیلیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیدیا کرین۔ چنانچہ مطابق اسکے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل و عیال کیلئے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کر دیتے۔

اقول افسوس کہ آپ خود علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہین کہ وہ اسکو خلاف تصریح اہل لغت فرماتے ہین پھر یہ جملہ بیجا نہین تو کیا ہے جو آپ فرماتے ہین "کہ وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین" کیونکہ یہ واقعہ جناب امام موسیٰ کاظم کا ہے جو فرماتے ہین کہ جب تک فدک کو مع حدود مذکورہ نہ لونگا۔ اور مطالبہ فدک تو قدیم الایام سے ہے جبکہ یہ مقامات فتح بھی نہ ہوے تھے پھر دونون کو مرادف سمجھنا کیسی دانشمندی ہے۔

نہ جناب امام خلافت اور فدک کو مرادف سمجھتے ہین نہ ملا صاحب کیونکہ وہ بھی صاف صاحب لکھتے ہین کہ گویا اون سب کا دعوی تھا تو بیشک دعوی سب کا تھا مگر مجلدہ نہ بحیثیت مرزوقت۔

افسوس ہے کہ آپنے اسپر نہین غور کیا کہ یہ مطالبہ جناب امام موسیٰ کاظم کا ہے جسکی وجہ ہم بتا آئے ہین کہ چونکہ خلفاے بنی عباس مدعی انکا دعوی اتفاق تھے اور تقیت ائمہ اطہار کے قائل تھے اسلیئے حضرت نے فرمایا اگر دیتا ہے تو مع حدود دے۔ مگر حضرت نے یہ نہین فرمایا کہ جناب سیدہ کا مطالبہ بھی اسی حیثیت سے تھا کیونکہ وہ معصومہ تو صرف فدک کی طالب تھین نہ اوسکے حدود کی نہ کل اولاد نہ وکالت کی جو رسول اللہ چھوڑ گئے تھے پھر آپ خلط مبحث کرکے کیون غلط شبہ کرتے ہین۔

انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ حق کا پابند ہے کہ اوس سے درگذر نہ کرے۔ نہ یہ کہ اپنی غرض کیلیئے بات کو شبہ اور مخلوط کرے۔ مطالبہ جناب سیدہ کو علحدہ سمجھیئے جو بنیاد خطبہ اور میراث ہے کہ حضرت اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین جو آنحضرت آپکو دیا تھا یا بحیثیت میراث پہونچا تھا۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم کا مطالبہ بحیثیت اوس اظہار خصومیت کے ہے جسکا اظہار ہارون رشید کرتا تھا کہ ہم آپکے حقوق آپکو دیدینگے۔

رہا جو کچھ آپنے فدک کی محاصل اور انتظام کی نسبت لکھا ہے تو اوسکی حقیقت آیندہ معلوم ہوگی کہ کیونکر فدک قبضہ مین آیا اور اسکا کیا انتظام تھا۔

قال مگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کرلیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوسکا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابوداود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

اقول تو روایات اہلسنت اور روایات شیعہ مین یہی فرق ہے کہ اہلسنت کچھ مقدار محاصل فدک نہین مقرر کرتے بلکہ وہ کہتے ہین کہ نصف پیداوار حضرت کو اہل فدک دیا کرتے تھے اور روایات شیعہ مین اسکی تحدید موجود ہے کہ چوبیس ہزار دینار سالانہ دیا کرین جو بحساب ہندوستان ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ ہوتے ہین۔

مگر نہ معلوم آپکو اسپر اعتراض کیا ہے کیونکہ روایات اہلسنت سے اگر عہد رسول اللہ مین اسکی مقدار معین نہین معلوم ہوتی تو عمر بن العزیز مین اوس مقدار کی تعداد تو خود سنن ابوداؤد سے معلوم ہوگئی کیونکہ سنن ابوداود مین ہے صفحہ ۵۰ جلد ۲ مطبوعہ مطبع نولکشور

حدثنا عبد اللہ بن الجراح ناجریر عن المغیرہ قال جمع عمر بن عبد العزیز بنی مروان حین استخلف فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمہ سالتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر عمل فیہا بما عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیوتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر عمل فیہا بمثل ما عملا حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز ثم قال یعنی عمر بن عبد العزیز فرایت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ علیہا السلام لیس لی بحق وانی اشہدکم انی قد رددتہا علی ما کانت یعنی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوداؤد وولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ وغلتہ اربعون الف دینار وتوفی وغلتہ اربع مائۃ دینار۔

یعنی عبد اللہ بن الجراح روایت کرتے ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو اونھون نے اولاد مروان کو جمع کیا اور کہا کہ فدک خاصہ رسول اللہ کا تھا جس سے صغرائے بنی ہاشم پر اوس سے انفاق کرتے اور عورتون کی تزویج کرتے۔ جناب سیدہ نے

اوسکی خواہش کی تھی کہ آنحضرت آنکو دیدین مگر حضرت نے انکار کیا عہد رسول اللہ تک یہی اسکی حالت رہی۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوے تو وہ بھی اسی طرح عمل کرتے رہے پھر عمر بھی اسی طرح کارروائی کرتے۔ اسکے بعد مروان نے اوسکو اپنی جاگیر مین لیلیا اوسکے بعد وہ عمر بن عبدالعزیز کے حصہ مین آیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اسکے بعد کہا کہ میری راے مین یہ آتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے جناب سیدہ کو منع کیا اوسکے نسبت ہمکو کوئی حق نہین ہے لہذا ہم اوسی حالت پر رد کرنا چاہتے ہین جس حالت پر عہد رسول مین تھا۔

ابوداؤد (مولف کتاب) کہتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوے تو اوسکی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔ اور اونکی وفات کے وقت چار سو دینار تھی"

مولوی صاحب کو اسپر تو تعجب آتا تھا کہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے اوسکی ۲۴ ہزار دینار آمدنی لکھی تھی مگر ابوداود کی روایت تو اوسکی مقدار چالیس ہزار دینار بتاتی ہے۔ تو کیا اوسپر بھی آپ تعجب کرینگے۔ حالانکہ سنن ابوداؤد آپکی صحاح ستہ مین داخل ہے۔

یہ روایت اگرچہ دیگر روایات کے بعض مضامین کے خلاف ہے مگر ہمکو اوس سے مطلب نہین ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ خود روایات اہلسنت سے بھی آمدنی فدک کا چالیس ہزار دینار معلوم ہوا۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے جو چوبیس ہزار دینار کی تعداد لکھی ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ عام قاعدہ ہے غلہ کا نرخ کبھی یکسان نہین رہتا۔ بلکہ ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے چنانچہ خود اسی روایت ابوداؤد مین اسکی تصریح موجود ہے کہ ابتداے خلافت عمر بن عبدالعزیز مین اوسکی مقدار چالیس ہزار دینار تھی۔ اور بوقت وفات اوسکی مقدار چار سو دینار ہوگئی تھی حالانکہ زمانہ خلافت عمر بن عبدالعزیز دو برس پانچ مہینہ رہا ہے جیسا کہ تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۳۵۵ جلد ۲

پس جب صرف ڈھائی سال مین پانسو ہوگیا کہ جس مقام کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی چار سو دینار ہوگئی تو اسپر کیونکر تعجب ہوسکتا ہے کہ حضرت کے زمانہ مین جو مدت ہزار [illegible]

اسی سے اون روایات سنت کی بھی تصحیح ہو سکتی ہے کہ حضرت نے اوسکا انتظام یون کیا تھا کہ ایک حصہ مال دیا کرین کیونکہ ممکن ہے پہلے یہ انتظام ہو بعد اوسکے زندگی ہوگیا ہو جو خیبر کی آمدنی کا آتا تھا اوسکی قیمت چوبیس ہزار دینار ہوتی ہو۔

زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ مولوی صاحب نے کتاب مستطاب تشیید المطاعن کا حوالہ دیا کہ اوسمین سنن ابوداؤد سے یہ روایت منقول ہے مگر اوسکا کوئی جواب نہین دیا کہ آخر یہ حوالہ غلط ہے یا کیا۔

حالانکہ اوسنے فرض تھا کہ اسکی حقیقت ظاہر کرتے کہ سنن ابوداؤد کی یہ عبارت غلط ہے یا صحیح جس سے بہت کچھ اصل امر پر روشنی پڑتی۔ کیونکہ آپنے فدک کی تحقیقات مین لکھا تھا کہ وہ ایک گاؤن تھا جسکی تحقیقات ہم کر آئے ہین کہ قاموس مین قریہ معنی مصر جامع ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ محض گاؤن نہ تھا بلکہ ایک اچھا آباد شہر تھا جس مین ایک زمانہ مین بادشاہ بھی رہتا تھا۔ اوسکی تصدیق بھی اس سے ہو گئی کہ جس مقام کی آمدنی چالیس ہزار دینار ہو وہ صرف ایک گاؤن نہین ہو سکتا۔

رسالہ فدک پشاوری

اب ہم یہان تھوڑی دیر کیلئے ایک مشہور رسالہ فدک کی بھی سیر کرتے ہین جسے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرون نے بڑے زور شور سے پشاور سے شایع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے صہ

"بحث فدک" سب سے پہلے خارجی دلائل سے اسپر بحث کرتا ہون پھر دلائل قرآن مجید اور اسکے معانی اور اسکی الفاظ وغیرہ متعلقات پر تقریر کرونگا۔ اور اون آیتون پر بحث کرونگا جنمین پر علماء شیعہ اور اہل سنت مین بڑی بڑی بسیط بحثین ہو چکی ہین۔

(۱) مطابق روایات شیعہ آمدنی فدک چوبیس ہزار دینار سالانہ تھی دیکھو حیات القلوب مجلسی دینار پانچ روپیہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے آمدنی فدک مطابق سکہ مروجہ انگریزی ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کی جائداد ہوئی۔ پھر کیا معقد جلالہ العزیز کثیر رسول خدا نے اپنی بیٹی کو دیدی۔ یا ہبہ فرمائی۔ یہ اسراف نہین ہا اور قرآن مجید مین جہان اس آیت کا ذکر ہے جس آیت سے شیعہ ہبہ فدک پر

استدلال کرتے ہین ۔ وات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ۔ اسمین یہ آیت سکے
بعد ہی واقعہ ہے ولاتبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ۔ (پ ۱۵ ر ۳)
اب بتلاؤ اپنی بیٹی کو اسقدر جائداد دینا اسراف مین داخل ہے ۔ یا نہ ۔

اقول افسوس اسپر نہ خیال ہوا کہ جس خدا نے دنیا کی اسقدر مذمت کی اوس خدا نے رسول
کو اسقدر کیون دیا کہ فدک اوسکا ساتوان حصہ ہے کیونکہ تحقیق سابق سے معلوم ہوچکا ہے کہ
متروکات رسول مین ایسے سات مقامات تھے جن مین سے ایک فدک بھی تھا پس جس طرح خدا نے
باوصف مذمت دنیا اسقدر اپنے رسول کو دیا اوسی طرح رسول نے اپنی عطیہ خداوندی کا ایک
حصہ اپنی پارہ جگر کو بھی عطا کیا ۔

(۲) اگر اسکا نام اسراف ہے تو اول ملزم اوسکا خداوند عالم قرار پاتا ہے جسنے اسقدر مذمت دنیا کے
ساتھ اسقدر اپنے رسول کو دیا حالانکہ خدا جانتا تھا کہ بقول کفار و منافقین نہ رسول کے کوئی اولاد
ہے نہ وہ اولاد صاحب احتیاج ہے ۔ نہ اوس اولاد کو کوئی حصہ اس سے ملنے والا ہے کیونکہ
رسولؐ حدیث معاشر الانبیاء لانورث ولانورث سے اوسکو محروم کرنے والے ہی ہین ۔
پھر جس مصلحت سے خدا نے یہ جان بوجھ کر رسول کو اسقدر جائداد دین دین سا اوسی مصلحت سے
رسولؐ نے بھی اپنی پارہ جگر کو یہ دیا کیونکہ رسول جانتے تھے یہ صاحب احتیاج ہے اسپر کیا
مصیبت آنے والی ہے ۔

(۳) آیہ وات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیرا سے
استدلال اور بھی طرفہ ماجرا ہے کیونکہ تفسیر معالم التنزیل مین ہے ای لاتنفق مالک فی المعصیۃ
وقال مجاھد لو انفق الانسان مالہ کلہ فی الحق ماکان تبذیرا ولو انفق مدا
فی الباطل کان تبذیرا وسئل ابن مسعود عن التبذیر فقال انفاق المال
فی غیر حقہ قال شعبہ کنت امسی مع ابی اسحق فی طریقہ الکوفۃ فاتی
علی دار بنی بحصیر واجر فقال ھذا لتبذیر فی قول عبداللہ انفاق
المال فی غیر حقہ ص ۵۲۵

یعنی تفسیر ولاتبذر تبذیرا مین مراد یہ ہے کہ اپنے مال کو معصیت مین نہ خرچ کرو ۔ مجاہد

کہتے ہین کہ اگر کوئی اپنا کل مال راہ حق مین دیدے تو وہ تبذیر نہین ہے۔ اور اگر ایک مد
جائز راہ مین دے تو وہ تبذیر ہے۔ ابن مسعود سے تبذیر کو پوچھا تو کہا کہ تبذیر انفاق
مال ہے غیر حق مین۔ شعبہ کہتے ہین کہ ہم ابو اسحٰق کے ساتھ ایک مکان کے پاس سے
گذرے جو بنایا جاتا تھا حصیر و اجر سے تو کہا یہ تبذیر ہے۔ بقول عبداللہ کہ مال غیر راہ حق مین خرچ
کیا جائے۔

افسوس آپکو یہ نہین معلوم کہ خدا نے ذوی القربیٰ کے حقوق دینے کو واجب کیا ہے
چنانچہ جو آیہ کی تفسیر مین فخر الدین رازی لکھتے ہین الاول انہ خطاب مع الرسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم امرہ اللہ ان یوتی اقاربہ الحقوق التی وجبت لھم فی الفی
والغنیمۃ واوجب علیہ اخراج حق المساکین وابناء السبیل ایضا من ھذا
المثالین صفحہ جلد ۸

یعنی آیت ذی القربیٰ حصہ مین خطاب ہے رسول سے۔ پس خدا نے حکم دیا کہ اپنے قرابت مندون
کے حقوق واجبہ کو فے و غنیمت سے دو اور یہ بھی واجب کیا ہے کہ حق مساکین و ابن السبیل
بھی نکالین۔

پھر کون کہہ سکتا ہے کہ جس امر کو خدا نے اپنے رسول پر واجب کیا اور ایک مرتبہ نہین بلکہ تاکید
حکم دیا اوسکے ساتھ اسکو تعلق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خود خدا نے ذی القربیٰ کا حق مقرر کیا ہے وآت
ذی القربی حقہ کہ جو حق اونکا مقرر ہے اوسکو دیدو لہذا معلوم ہوا کہ ولا تبذر تبذیرا
کا تعلق اوس سے نہین ہے بلکہ مسکین وابن السبیل سے ہے جنکا کوئی حق خاص
مقرر نہین ہے اور حضرت کو اونکا اسقدر خیال تھا کہ اپنے بلکہ اولاد پر ہر طرح کی زحمت گوارا
کرتے اور ان لوگون کو کسی طرح محروم نہ کرتے لہذا یہ حکم دیا ولا تبذر تبذیرا کہ اتنا نہ دو کہ حکم
اسراف مین آجائے۔ چنانچہ اسکے بعد ہی فرماتا ہے ولا تجعل یدک مغلولۃ الی
عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا کہ نہ اپنے ہاتھ کو گلے مین
باندھ لو کہ کسیکو کچھ نہ دو اور نہ پوری طور سے پھیلا دو کہ پھر ملامت زدہ و درماندہ ہو کر بیٹھ رہو
کیا کوئی کہہ سکتا ہے اس کا تعلق اپنی اولاد کے بخشش وعطا کے ساتھ ہو سکتا ہے ہرگز

نہین۔ بلکہ یہ اونھین لوگون کے ساتھ ہے جنکے دینے سے رسول کی یہ حالت ہوجاتی کہ اپنا قمیص مبارک اوتار کر ایک شخص کو دیدیا جس سے آپ ایسا مجبور ہوئے کہ پھر مسجد مین نماز کیلئے تشریف نہ لیجا سکے ملاحظہ ہو تفسیر ابوسعود ص۵۷۵ جلد۵

افسوس کہ آپ اوس وقت نہوے جبکہ رسول اللہ صنے یہہ فرمایا تھا کیونکہ اوسوقت کے کفار بھی یہی کہتے تھے جو آج آپ فرماتے ہین چنانچہ خداوند عالم سورہ منافقین مین فرماتا ہے۔ ھم الذین یقولون لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا ولہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقھون۔

یعنی یہی منافقین تو ہین جو کہتے ہین کہ رسول اللہ کے پاس جو لوگ رہتے ہین اونپر کچھ خرچ نہ کرو کہ خود یہ لوگ بھاگ جائین حالانکہ سدا کیلئے ہے خزانہ ہائے آسمان وزمین مگر منافقین نہین سمجھتے۔ مگر فرض کرو تو اسقدر کرو کہ اپنے بھائی بندون سے اسکی فہمایش کرتے کہ رسول اللہ سے ساتھیون کو کچھ نہ دو اور آپ خود بخود اللہ پر اعتراض کرتے ہین کہ حضرت نے جناب سیدہ کو یہ جائداد دیکر مخالفت حکم خدا کی۔

عمر کی آمدنی دو لاکھ۔ آپکو اسپر تو بہت تعجب آیا کہ رسول اللہ صنے کونسی جائداد اپنی بیٹی کو دیدی مگر اسپر نہ تعجب آیا کہ خود خلیفہ دوم نے رسول اللہ کی بدولت کیا پیدا کیا دیکھئے علامہ ابن ابی الحدید تاریخ طبری سے ناقل ہین ان عمر کان لہ نخل بالحجاز علتہ کل سنۃ اربعون الفا یخرجھا فی النوائب والحقوق ویصرفھا الی بنی عدی بن کعب الی فقرائھم وارامل ھم وایتامھم روی ذلک ابن جریر فی التاریخ ص۸۶ جلد۲

کہ عمر کا ایک باغ تھا ملک حجاز مین جسکی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی جسکو وہ اپنی ضرورتون مین خرچ کرتے اور اپنے خاندان بنی عدی کے فقرا اور یتیمون کو دیا کرتے۔

کثرت مال داری عمر۔ اب اسپر ترقی سنئے کہ صحیح بخاری مین یہ حدیث ہے کہ عمر نے بوقت موت کہا کہ دیکھو بیت المال کا روپیہ کسقدر ہمارے ذمہ ہے تو حساب سے معلوم ہوا چھیاسی ہزار ہے اسپر عمر نے کہا کہ اس مال کو عمر کی اولاد کے مال سے ادا کردو۔ اگر پورا نہو۔ تو قبیلہ

بنی عدی کے مال سے پورا کرو اون سے بھی نہ پورا ہو سکے تو قریش کے مال سے لیکر ادا کرو۔

اسکی شرح مین علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ عمر نے جو کہا کہ مال آل عمر سے ادا کرنا تو مراد اس سے خود اپنا نفس ہے کما نہ یرید بنفسہ ومثلہ یقع فی کلامہم کثیرا ص۳۸۳ جلد ۳ کہ خود ہمارے مال سے ادا کرو اور ایسا اکثر بولتے ہین جس سے معلوم ہوا حضرت عمر اس قدر مالدار تھے کہ اونکے مال سے چھیاسی ہزار ادا ہو جاتا۔ پھر لکھتے ہین۔

وقد انکر نافع مولی ابن عمر ان یکون علی عمر دین فروی عمر بن شیبہ فی کتاب المدینۃ باسناد صحیح عن نافع قال من این یکون علی عمر دین وقد باع رجل من ورثتہ میراثہ بمائۃ الف انتہی وہذا کما ینفی ان یکون عند موتہ علیہ دین فقد یکون الشخص کثیر المال ولا یستلزم من نفی الدین عنہ فلعل نافعا انکر ان یکون دینہ لم یقض ص۳۸۳ جلد ۳

یعنی نافع غلام ابن عمر نے اس سے انکار کیا ہے کہ عمر پر قرض ہو۔ کیونکہ عمر بن شیبہ نے کتاب مدینہ مین بسند صحیح روایت کیا ہے کہ نافع نے جب یہ سنا تو کہا عمر پر قرض کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اونکے ایک وارث نے اپنی جائداد لاکھ روپیہ پر بیچی تھی اسپر ابن حجر لکھتے ہین اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ عمر پر وقت موت دین نہو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے آدمی بہت مالدار ہوتا ہے اور وہ قرضدار ہوتا ہے۔ تو شاید نافع کا مطلب یہ ہو کہ عمر کا دو قرض باقی نہین رہا ادا ہو گیا ہوگا۔

ہمکو اس سے بحث نہین کہ عمر نے جو بیت المال سے چھیاسی ہزار لیا تھا ادا کیا یا نہین کیونکہ ان کے بعد تو عثمان خلیفہ ہوے جنھون نے بیت المال کا دروازہ عام طور پر کھول دیا تھا پھر وہ کیا مطالبہ اسکا کرتے۔ جبکہ ابن عمر کو یا وصفیہ اوسنے کئی خون کیا تھا صرف اسوجہ سے چھوڑ دیا کہ وہ عمر کا بیٹا ہے۔

بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ عمر صاحب نے صرف اسی خلافت کی بدولت کتنی دولت جمع کی تھی کہ اونکے ایک وارث نے اپنا حصہ ایک لاکھ کو بیچا۔

اب دیکھئے عمر کے ورثہ کتنے ہین (۱) عبداللہ بن عمر (۲) عبیداللہ بن عمر (۳) عاصم بن عمر (۴) ابو شحمہ بن عمر

(۵) زید بن عمر (۶) مجبر بن عمر وفاطمہ وبنات آخر صـ۱۶۱ المعارف

اب آپ ہی حساب لگائیے کہ کتنی مالیت کی جائداد اونھون نے حاصل کی تھی کیونکہ روایت نافع مین اسکی تصریح نہین ہے کہ وہ وارث عمر جسنے اپنی جائداد ایک لاکھ پچیس ہزار پائی تھی وہ آیا عمر کی زوجہ تھی جسکا حصہ آٹھوان ہوتا ہے۔ یا بیٹی تھی جسکا حصہ نصف حصہ ذکور رہوتا ہے۔ یا بیٹا تھا جسکا حصہ ایک لاکھ تھا غرض حساب لگانے سے کروڑون کا حساب جا کر بیٹھتا ہے۔

آپ اصلی راز تو کہینگے نہین کہ عمر صاحب نے یہ سب جائداد دین زور خلافت حاصل کین بلکہ کہے گا کہ یہ سب مطیہ رسول کی بدولت انکو ملا۔ تو پھر اسپر کیونکر اعتراض کر سکتے ہین کہ آنحضرت نے اپنی پارہ جگر کو فدک دیا جسکی آمدنی ایک لاکھ پچیس ہزار تھی۔

اب اسکے ساتھ ہی ثروت طلحہ کو بھی دیکھ لیجئے جو ابوبکر صاحب کے چھوٹے داماد ہین تاریخ خمیس مین ہے وروی عمر بن دینار عن مولی طلحہ قال ان دخل طلحہ کان کل یوم الف درھم ویقال خلف من المال اثنی الف درھم ومائتی الف دینار قال ابن الجوزی خلف طلحہ ثلثمائۃ حمل ذھبا صـ۳۱۱ جلد ۲

کہ طلحہ کی آمدنی روزانہ ہزار درہم تھی اور مرتے وقت بیس لاکھ درہم از زر و لاکھ دینار چھوڑ گئے تھے۔ ابن جوزی نے کہا تین سو اونٹ کا بار سونا وہ چھوڑ کر مرے تھے۔

غرض اگر آپ جناب رسالتمآب کے بالکل واقعات بعد سے بیخبر بھی مانئے اور انسان فرض کیجئے جسمین لوازم تمدن کا وجود ضروری ہے تو آپکو یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت نے اپنے پارہ جگر کو اتنی جائداد ضرور دی ہوگی جس سے وہ اپنے اور اپنے کنبہ قبیلہ کی قوت لایموت کو بہم پہونچاتی رہین اور اس حالت پر نہ پہونچین کہ جناب امیر با وصف حصول خلافت فرمائین لوکان عندی اربعۃ دراھم ثمن ازار لرابعہ تاریخ کامل جلد ۳ صـ۲۰۲

کہ اگر ہمارے پاس چار درہم بھی ہوتا جس سے ایک لنگ خریدتے تو اس تلوار کو نہ بیچتے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اکثر اوقات ایسے مجبور ہو جاتے کہ چار درہم (۱۲ آنہ) بھی نہ ہوتا کہ ایک لنگ خرید لیتے۔ یہ نتیجہ تھا اوسی حق تلفی کا جو لوگون نے حضرت کو بطرح محروم کر دیا تھا۔

یہان آپکو ہم وہ واقعہ ذاتی ملکیت کا دکھاتے ہین جس سے معلوم گا کہ رسول اللہ پر فرض تھا اپنے اولاد کی حرمت وعزت کے بقا کیلئے اسقدر جائداد دین کہ وہ اپنے کنبہ قبیلہ کی پرورش کرسکین تاریخ طبری مین ہے صہ ۱ جلد ۲

ان رجلا کان بینه وبین عمر قرابة وسأله فزبره واخرجه فکلمه فیه فقیل یا امیر المومنین فلان سألک فزبرته واخرجته۔ فقال انه سألنی من مال الله فما معذرتی ان لقیته ملکات ان لا سألنی من مالی قال فارسل الیه بعشرة آلاف۔

یعنی عمر کا ایک قرابت مندون سے کچھ سائل ہوا تو عمر نے اوسکو ڈانٹ کر نکال دیا لوگون نے اسکی سفارش کی کہ آپ سے اوسنے کچھ سوال کیا تو ڈانٹ کر اوسکو نکال دیا عمر نے کہا اوسنے مال خدا سے طلب کیا تھا تو ہم نے اوسکو کیا جواب دیتے۔ کیون نہین اوسنے ہمارے اپنے مال سے طلب کیا اسکے بعد عمر نے دس ہزار اوسکو بھیجا۔

اس روایت سے آپ ضرور خوش ہونگے کہ عمر صاحب نے قرابت کا خیال نہ کیا اوسکو ڈانٹ کر نکال دیا اور بیت المال سے کچھ نہ دیا۔ پھر اس سے بھی آپکو مسرت ہوگی کہ عمر نے دس ہزار اوسکو اپنے جیب خاص سے دیا جس سے اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ اونکی ذاتی آمدنی بھی اتنی تھی کہ بیت المال پر وہ اسکا بار نہ ڈالتے اور اپنے پاس سے دیدیتے۔

مگر اسکے بعد جب آپ یہ واقعہ دیکھینگے جو جناب امیرؑ کے متعلق آپکی کتاب اسد الغابہ مین مرقوم ہے جسکو ہمارے مخاطب اڈیٹر النجم نے ترجمہ کیا ہے تو بشرط اسلام یا بکہ انسانیت ضرور آپ متاثر ہونگے ملاحظہ ہو ترجمہ اسد الغابہ صہ ۲۸۶ جلد ۴

عبد اللہ بن عباس ہزلی اور اسحاق بن سعد نے اپنے والد سے نقل کرکے بیان کیا کہ عقیل بن ابیطالب مقروض ہوگئے تو علی بن ابی طالب کے پاس کوفہ مین آئے تو انھون نے اونکو ٹالا اور اپنے بیٹے حسنؑ کو حکم دیا کہ انکو کپڑے پہناوین) پس انھون نے انکو اپنے کپڑے پہنائے جب شام ہوئی تو انھون نے انکو شب کے کھانے کے واسطے بلایا کہ وہ روٹی اور نمک اور ترکاری تھی۔ پس عقیل نے کہا کہ جسکو مین خیال کرتا ہون وہی ہے حضرت علیؑ نے کہا نہین

تو عقیل نے کہا کہ آپ میرا قرض ادا کر دیجئے حضرت علیؑ نے کہا کہ تمھارا قرض کسقدر ہے انھون نے کہا چالیس ہزار حضرت علیؑ نے کہا اسقدر میرے پاس نہین ہے لیکن اُسوقت تک تم صبر کرو کہ تمجھکو جو چار ہزار وظیفہ ملتا ہے وہ ملجائے تو مین تمکو دیدون تو عقیل نے کہا کہ بیت المال کے تم مالک ہو اور تم مجھکو اپنے وظیفہ کی بابت تاخیر مین ڈالتے ہو حضرت علیؑ نے کہا کیا تم مجھکو حکم دیتے ہو کہ مسلمانون کا مال تمھین دیدون حالانکہ اضوا نے مجھکو امین بنایا ہے عقیل نے کہا مجھکو معاویہ کے پاس جانے کی اجازت ہے حضرت نے اجازت دی اور یہ معاویہ کے پاس پہنچے آئے حضرت معاویہ نے انسے کہا اے ابو یزید تمنے علیؑ اور اُنکے اصحاب کو کیون چھوڑ دیا انھون نے کہا ہان وہ لوگ اصحاب محمدؐ ہین صرف تین ان مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا نہین ہون اور تم ہو اور تمھارے اصحاب ابوسفیان اور اُنکے اصحاب لیکن مین تمھارے درمیان مین ابوسفیان کو نہین دیکھتا ہون دوسرے دن صبح ہوئی تو معاویہ اپنے تخت پر بیٹھے اور انکو تخت کے پہلو مین کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر تمام لوگون کو (آنے کا) حکم دیا لوگ آنا شروع ہوے اور ضحاک بن قیس اُنکے ساتھ اُنکے تخت پر بیٹھے پھر انھون نے عقیل کو اذن دیا وہ بھی اُنکے پاس آئے اور کہا اے معاویہ یہ تمھارے ساتھ کون ہین معاویہ نے کہا ضحاک بن قیس ہین عقیل نے کہا الحمدللہ جسنے کمینگی کو دور کیا اور عیب کو پورا کیا یہ وہ شخص ہے کہ جسکا باپ ہمارے مویشیون کو مقام ابطح مین خصی کیا کرتا تھا اس فن مین وہ خوب مہارت رکھتا تھا ضحاک نے کہا بیشک مین قریش کی خوبیون کا عالم ہون اور مثل قریش کے مصائب کے۔ معاویہ نے انکو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا چنانچہ انھون نے لے لئے اور لوٹ آئے ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اپنے والد سے انھون نے ابو صالح سے روایت کی ہے کہ انھون نے کہا قریش مین چار شخص ایسے تھے کہ لوگ انکے پاس جاتے اور انکو حکم بناتے تھے ایک عقیل بن ابی طالب دوسرے مخرمہ بن نوفل زہری تیسرے ابوجہم بن حذیفہ عدوی چوتھے حویطب بن عبدالعزیٰ عامری ان مین سے تین آدمی قریش کے محاسن بیان کرتے تھے جب کوئی ان مین سے زیادہ محاسن بیان کرتا تو لوگ دوسرے شخص کے پاس جاتے تھے اور عقیل قریش کی برائیان بیان کرتے تھے پس جس شخص مین برائیان زیادہ ہوتین

تو وہ کہتا کہ کاش مین اُنکے پاس نہ آتا انھون نے میرے ایسے معائب بیان کردے لوگ نہ جانتے تھے ۔"

روایت کو دیکھئے اور جناب امیر کی مجبوری کو کہ بڑے بھائی حضرت عقیل آئے ہین اور روٹی کا بھی انتظام نہین کرسکتے ۔ بلکہ ایک وقت اچھا کھانا بھی نہین کھلا سکتے بلکہ روٹی ۔ نمک بیکاری پیش کرتے ہین ۔ جس سے آپ خود اس قدر متعجب ہوئے تھے کہ رسول اللہ نے جو اپنی پارہ جگر کو ایسی جائداد دی تھی جسکو آپ کثیر کہتے ہین اوسکی بھی غرض تھی کہ ان لوگون کی پرورش پرداخت کرتے ہین آپ کا خاندان مدینہ پہنچ کر ۔

حالت ابتدائی عمر ازالۃ الخفا صفحہ ۳۰۰ مین یہ بھی دیکھا ہوگا کہ عمر صاحب کی خاندانی حالت قبل اسلام کیا تھی کہ عمر بن الخطاب کہتے ہین واللہ لقد رایتنی وابی اباہ وان علی کل واحد منہما عباءۃ قطوانیۃ وہو یزرا بہا ما یبلغ ما بین رکبتیہ وعلی عنق کل واحد منہما مخصرۃ من الخطب

کہ میں عمر اور اونکے باپ خطاب کو دیکھا کہ وہ ایسی بھٹی پرانی عبا قطوانی پہنے تھے کہ گھٹنا بھی اونکا نہ چھپتا تھا اور ہر ایک کی گردن پر لکڑی کا گٹھا تھا (ایندھن کیلئے)

پھر ازالۃ الخفا مین خود عمر صاحب کا قول ہے وانا ارعی ابل الخطاب بذی الوادی شد عنہ صوف وکان فظا یتعبنی اذا تعلمت ویضربنی اذا قصرت وقد امسیت الیوم ولیس بینی وبین اللہ احد صفحہ ۱۹۶

کہ ہم ذی وادی مین خطاب کا اونٹ چرایا کرتے تھے ایک موٹے کاڑھے کا مدرعہ پہنے ہوتے ۔ اور خطاب بڑا سخت تھا اگر کام کرتے تو تعب مین ڈالتا اور اگر کام کم کرتے تو مارتا ۔ اور آج کے دن ہماری یہ حالت ہے کہ درمیان ہمارے اور خدا کے کوئی نہین ۔

یہ تو انکی ابتدائی حالت تھی ۔ اور خلافت پاتے ہی وہ نقشہ ہوا کہ اوپر آپنے ملاحظہ کیا دس بیس لاکھ آمدنی کی جائداد پیدا کی اور دس دس ہزار ایک ایک آدمی کو دیا ازالۃ الخفا مین ہے صفحہ ۱۹۹

کہ عمر صاحب نے ایک شخص کو چند سو درہم اسپر دیا کہ انھون نے کوڑا چلایا تھا وہ کوڑا اوسکے دامن پر پڑا اور کہا کہ راہ صاف کردے چنانچہ خود عمر نے دیتے وقت کہا واعلم انا بالخفقۃ التی خفقتہ

بھا۔

کہ یہ عطیہ اوس کوڑے کے بدلہ مین ہے جو نادانستہ تجھپر پڑگیا تھا۔ کیون صاحب اگر عمر صاحب کے پاس مال نہوتا تو کہان سے دیتے۔

پس اگر رسول اللہ صنے بخیال حفظ حقوق بنی ہاشم یہ جائداد جناب سیدہؑ کو دی کہ کنبہ قبیلہ کی پرورش کرین تو کیونکر محل اعتراض ہوسکتا ہے۔ کیونکہ خاندان بنی ہاشم قدیم الایام سے تمامی عرب مین بلکہ تمام عالم مین ممیز وممتاز رہا ہے اسی لئے خدا نے انپر صدقہ کو حرام کیا۔ کہ اوسمین ایک طرح کی ذلت ہے بخلاف خمس کے کہ اوسمین عزت اور سطوت شامل ہے۔

مگر ابوبکر صاحب نے خلافت پاتے ہی یہ کام کیا کہ نہ صرف جناب سیدہؑ کو حق پدری سے محروم کیا بلکہ تمامی بنی ہاشم کو اوس حق خمس سے جو خدا نے مقرر کیا تھا واعلموا ان ماغنتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شیٔ قدیر۔ سورہ انفال

یعنی جو کچھ تم کفار سے لوٹ کر لاؤ۔ تو اوس مین سے پانچوان حصہ خدا کا اور اوسکے رسول کا اور اہل قرابت کا اور یتیمون اور محتاجون اور مسافرون کا ہے اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اور اوس چیز پر جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے بروز بدر جسمین دونو فوجین آپس مین لڑگئین اور اللہ ہر شیٔ پر قادر ہے۔

اس آیہ کو دیکھیے اور اس تاکید خداوندی کو کہ تقسیم خمس کو مطابق حکم خدا شرط ایمان قرار دیتا ہے۔ مگر ابوبکر صاحب ہین کہ وہ اس حکم کو منسوخ کرتے ہین اور ذوی القربی کو بالکل محروم کرتے ہین پھر کیونکر کوئی متنفس اونکے ایمان کا دعوی کرسکتا ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے ان کنتم آمنتم باللہ اگر خدا پر ایمان لائے ہو تو اوسکے مطابق ضرور تقسیم کرو۔ مگر ہاے قرابت مندی رسول وہ جرم تھا کہ ابوبکر صاحب نے اس وجہ سے تمامی ذوی القربی کو محروم کردیا چنانچہ کشف الظلمات حصہ اول مین ہم اس روایت کو لکھ چکے ہین ملاحظہ ہو صہ ۱۴۹ سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفئے مین ہے

حدثنا عبید اللہ بن عمر بن میسرۃ حدثنا عبد الرحمن بن مھدی عن عبد اللہ بن المبارک عن یونس بن یزید عن الزھری قال اخبرنی سعید بن المسیب قال اخبرنی جبیر بن مطعم انہ جاء وھو وعثمان بن عفان یکلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما قسم من الخمس بین بنی ھاشم وبنی المطلب فقلت یا رسول اللہ قسمت لاخواننا بنی المطلب ولم تعطنا شیئاً وقرابتنا وقرابتھم منک واحدۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما بنو ھاشم وبنو المطلب شیء واحد قال جبیر ولم یقسم لبنی عبد شمس ولا لبنی نوفل من ذلک الخمس کما قسم لبنی ھاشم وبنی المطلب وقال وکان ابو بکر یقسم الخمس نحو ما قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطیھم قال فکان عمر بن الخطاب یعطیھم منہ وعثمان بعدہ۔ مطبوعہ کانپور ص ۱۲۶

یعنی جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ وہ اور عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ کلام کریں درباره خمس کے جو حضرت نے تقسیم کیا تھا بنی ہاشم اور بنی المطلب کو جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے عرض کیا آپنے خمس سے ہمارے بھائیون بنی المطلب کو دیا اور ہمکو کچھ نہ دیا حالانکہ قرابت ہملوگون کی ایک ہے (کیونکہ حضرت ہاشم چار بھائی تھے ہاشم۔ مطلب۔ عبد شمس۔ نوفل۔ حضرت ہاشم کی اولاد رسول اللہ اور جناب امیر و تمامی بنی ہاشم۔

اور عبد شمس کے عثمان وغیرہ اور نوفل کے جبیر بن مطعم (راقم) پس فرمایا حضرت نے بنی ہاشم اور بنی المطلب ہمیشہ ایک رہے۔ جبیر نے کہا کہ حضرت نے خمس سے حصہ نہ دیا بنی عبد شمس کو (جسمین حضرت عثمان تھے) نہ بنی نوفل کو (جسمین جبیر تھے) اور تقسیم کیا بنی ہاشم و بنی المطلب کو پھر جبیر کہتے ہین کہ ابو بکر تقسیم کرتے تھے مطابق تقسیم رسول اللہ صلعم کے مگر قرابت مندان رسول کو کچھ بھی نہ دیتے تھے جیسا کہ رسول دیا کرتے تھے۔ جبیر کہتے ہین اور عمر صاحب دیا کرتے تھے رون قرابت مندون کو اوسی خمس سے اور بعد عمر کے عثمان بھی۔ انتہی۔

ہم نہین سمجھتے کہ حضرات اہلسنت کہان تک واقعات کا انکار کرینگے اور کہانتک حدیث بلکہ قرآن سے دست بردار ہونگے کہ خداوند عالم تو اس تصریح سے حق ذوی القربی خمس مین قرار دے کہ اوسکو شرط ایمان قرار دے مگر اہلسنت ہین کہ ابوبکر صاحب کے طرفدار ہین۔

پس جب ایسے ایسے نصوص صریحہ کی مخالفت ابوبکر نے جائز رکھی جو قرآن مجید مین اب تک موجود ہے۔ تو پھر نہ معلوم کیونکر آپکو استعجاب ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے ایک لاکھ پچیس ہزار کی جائداد جناب سیدہ کو دی حالانکہ واقعات مابعد آپکو سب معلوم تھے اور جانتے تھے یہ ان طبیعت کیا کرنے والے ہین کہ نہ قرآن کا خیال رہیگا نہ حدیث کا نہ ہمارے طرز عمل کا لہذا ضرور تھا کہ حضرت اتمام حجت کیلئے ایک مختصر سی جائداد بھی اس طور سے دین کہ غاصب اوسکا تمام عالم مین رسوا مانا جائے۔

کیا آپکو یہ بھی نہین معلوم ہے کہ خود حضرت خدیجہ مادر گرامی جناب سیدہ کا کیسا حق اسلام پر اور خود رسول اللہ پر تھا اگر اوسی کے معاوضہ مین حضرت نے یہ قلیل سی جائداد دی ہو جسکو آپ کثیر کہتے ہین تو آپکو کیا عذر ہے۔

دیکھئے حضرت خدیجہ کے حقوق ایسے تھے کہ خداوند عالم اوسکا احسان رکھتا ہے اپنے رسول پر کہ سورہ والضحیٰ مین فرماتا ہے ووجدک عائلاً فاغنی کہ تم اے رسول تم فقیر تھے تو خدا نے تمکو غنی کر دیا تفسیر معالم التنزیل مین ہے ای فقیرا فاغناک بمال خدیجہ ثم بالغنائم صفحہ ۹۹۲ کہ تم فقیر تھے لہذا خدا نے تمکو مال خدیجہ کی بدولت غنی کر دیا۔ پھر مال غنیمت سے۔ تو اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی طرح جناب سیدہ نہ بحیثیت وراثت مستحق میراث تھین نہ بحیثیت خدمات اسلام کسی بخشش و عطیہ کی مستحق نہین۔ تو کیا اس حیثیت سے بھی رسول پر جائز نہ تھا کہ اون حقوق کا معاوضہ دین جو حضرت خدیجہ نے اپنا کل مال رسول خدا پر خرچ کر دیا تھا۔

ہم نہین سمجھتے کہ اگر آپ حضرات کو محبت شیخین کی وجہ جناب سیدہ سے عداوت ہے۔ تو خدا و رسول سے کیون عداوت ہو گئی جو اوسکے نصوص صریحہ مٹانے پر بھی آپکو تنبیہ نہین ہوتا اور کافر کو کافر نہین مانتے۔

قول پشاوری (۲) خلیفہ محمد حسن صاحب مرحوم اعجاز التنزیل مین لکھتے ہین فدک سنہ ۶

مین فتح ہوا۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ فدک اُس وقت فتح ہوا جبکہ غزوہ تبوک کی طیاری تھی۔ اور تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ وہ زمانہ آنحضرت صلعم پر بڑی تنگی اور عسرت کا تھا اور اسی وجہ سے اُس غزوہ کا نام موجودہ جیش العسرت مشہور ہوا۔ اور کتاب مجید مین اس وقت کا نام ساعۃ العسرۃ ہے لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ) عمدۃ البیان شیعہ ص۱۳۱ (پ ۱۱ ـ ر ۲)

پھر کیا ممکن ہے کہ اسقدر زر کثیر کی جائداد اپنی بیٹی کو دیدین اور جہاد فی سبیل اللہ مین کچھ خرچ نہ کرین۔ بلکہ لوگون سے امداد طلب کرین اور ثلاثہ کے مرہون احسان ہون۔

اقول اگرچہ اسکی تحقیقات آیندہ کی جائیگی بجواب آیات بینات کہ فدک کب اور کیونکر فتح ہوا۔ مگر ہم آپکی تحقیقات کو تسلیم کرکے پوچھتے ہین کہ اس سے کیا خرابی لازم آتی۔ کیونکہ کسی جائداد کی آمدنی خود اوسی وقت تو ہوتی نہین جسوقت وہ جائداد قبضہ مین آتی ہے بلکہ جب اوسکی جائداد پیدا ہوتی ہے خصوصاً جبکہ یہ ثابت ہے کہ فدک کی پیداوار صرف خرما تھا تو خرمے کا طیار ہونا اور اوسکا فروخت ہونا کچھ زمانہ چاہتا ہے۔ وہ اوسوقت فائدہ کیا دیسکتا ہے جبکہ فوجی مہم کی تیاری ہو اور فوج آمادہ روانگی ہے۔

اگر دول اسلام کا نقشہ اور اونکے انتظامات آپکے پیش نظر نہین ہین۔ تو دول یورپ کے حالات تو آپ اخبارون مین دیکھتے ہین کہ باوصفیکہ تمدن کے اعلیٰ درجہ پر پہونچے ہوئے ہین اور مالی انتظام تو ایسا ہے کہ کبھی کسی زمانہ مین بھی انمین شاہر وقت خزانہ معمور نہین رہتا ہے۔ مگر ادنی ادنی مہم پر اونکو قرض کی ضرورت ہوتی ہے خواہ وہ کسی بنک سے ہو یا دوسرے طریق سے۔ تو کیا اس سے آپ یہ قیاس کرسکتے ہین کہ دول بالکل مفلس و نادار ہین۔ اوسی طرح اسکو سمجھئے کہ اگرچہ یہ فتح تمامتر حاصل ہوئی تھی۔ مگر ابھی اوسکے آمدنی کا زمانہ نہین آیا تھا یا تھا مگر وہ کافی نہ تھا۔ لہذا رسول اللہ کو اس مہم کیلئے نئے انتظام کی ضرورت پیش آئی۔

اسکو تسلیم نہ کرنا یہ تو مسلم ہے کہ جنگ تبوک کے قبل یہ فدک خود رسول کو حاصل ہوچکا تھا اور بقول آپکے جناب سیدہ کو دیا بھی نہ تھا پھر کیون نہین وہ اس مہم کو کافی ہوا جس سے حضرت کو فوج یا چندہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ آپ صرف اس غرض سے کہ ہبہ فدک کو ایسے وقت مین خلاف قیاس ثابت کرین اس طرح کے تاریخی مغالطات دیرہے ہین کہ ناواقف تو آپکے فقرہ مین آجائے اور جو علم تاریخ سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو وہ ہنستا رہے کیونکہ آپ قبضہ فدک کو اور غزوہ تبوک کو ایسا مقارن بتارہے ہین کہ گویا ایک ہی وقت کا واقعہ ہے حالانکہ قبضہ فدک ۷ھ مین ہوا بعد جنگ خیبر کیونکہ بروایت منتقی جنگ خیبر ماہ جمادی الاولی ۷ھ مین ہوئی اور اوسی درمیان مین فدک کا بھی معاملہ ہوا ص۶۷ تاریخ خمیس

پھر جمادی الاخری ۷ھ مین وادی القری فتح ہوا جسمین حضرت نے چار روز تک اونکا محاصرہ کیا اور دس یہود مارے گئے ص۶۵ تاریخ خمیس

پھر بہت سے سریا روانہ ہوے۔ ایک سریہ بشر بن سعد ہی طرف بنی مرہ کے یہ واقعہ ماہ شعبان ۷ھ کا ہے۔ تاریخ خمیس ص۶۷

پھر ماہ رمضان مین غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر میفعہ کی جانب روانہ ہوا۔

پھر شوال مین بشر بن سعد انصاری کا سریہ طرف یمن وغیرہ کے روانہ ہوا۔

پھر اسی سن مین جبلہ بن ایہم آخر بادشاہ غسان مسلمان ہوا جو اپنے اسلام پر قائم رہا یہانتک کہ خلیفہ دوم کی بے عنوانی سے پھر وہ مرتد ہوا اور کوئی ساٹھ ہزار آدمیونکے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہوکر قیصر روم کے یہان چلا گیا۔

اسی ۷ھ مین مقوقس بادشاہ اسکندریہ کا ہدیہ حضرت کے پاس پہونچا جسمین حضرت ماریہ اور سیرین اونکی بہن تھین اور دو لونڈیان دوسری اور ایک خواجہ سرا و قدح من قوارید و ثیاب من قباطی مصر و الف مثقال من الذہب و عسل و فرس یقال للملوازو بغلۃ یقال لہا الدلدل و حمار یقال لہ یعفور ص۶۸ خمیس

یعنی بہت سے مصری حلے تھے اور ہزار مثقال طلا۔ اور شہد اور گھوڑا اور خچر اور گدہا تو کیا اتنے مال آنے پر بھی حضرت کی ضرورت نہ رفع ہوئی جو آپ جناب سیدہ کو فدک نہ دیتے اسکے بعد عمرہ قضا ہے ص۶۸

اسکے بعد شہ آتا ہے جسمین ایک مہم آپ پھر فدک پر روانہ کرتے ہین ص۷۲

پھر سریہ شجاع بن وہب ہے بنی عامر کی طرف صـ۷۷

پھر سریہ کعب بن عمیر ہے ذات اطلاح کی طرف صـ۷۷

پھر سریہ موتہ ہے۔

پھر سریہ عمرو عاص ہے ذات السلاسل کی طرف صـ۸۳

پھر سریہ ابی عبیدہ ہے سیب البحر کی طرف صـ۸۳

پھر سریہ ابو قتادہ انصاری ہے خضرہ کی طرف صـ۸۴

پھر سریہ ابو قتادہ ہے طرف بطن رئم کے صـ۸۴

پھر فتح مکہ ہے صـ۸۵

اسی طرح بہت سی سریا ہے جسکے آخر مین غزوہ تبوک ہے ماہ رجب سنہ ۹ مین اور یہ وہ وقت تھا کہ خرما کے درخت سرسبز ہو رہے تھے۔ ابھی کوئی حاصل کا زمانہ نہ تھا۔

پھر جو آپنے سنہ ۹ اور سنہ ۱۰ کا واقعہ ایک کر دیا تو اس سے کیا نتیجہ ملا یجز اسکے کہ تمام عالم مین فضیحت ہوے کیونکہ ابوبکر یا عمر نے جو فدک کو غصب کیا تھا اس سے وہ منتفع ہوے اور آپکو تو اس رسالہ فدک لکھنے سے کوئی نفع نہ ملا یجز اسکے کہ دو تین آنہ کو فروخت ہوا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جسوقت جناب رسالتمآب نے فدک کو جناب سیدہ کو ہبہ کیا تھا وہ وقت نہ عسرت کا تھا نہ تنگی کا۔ بلکہ جنگ خیبر مین اسقدر مال غنیمت سبکو ملا تھا کہ خدا نے ان لفظون سے اوسکا تذکرہ کیا ہے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون اٰیۃ للمومنین ویھدیکم صراطا مستقیما سورہ فتح خدا نے تمسے بہت غنیمتون کا وعدہ کیا ہے کہ تم اوسکو حاصل کروگے تو اوسنے جلدی کی اسکے لئے اور روک رکھا ہاتھ آدمیون کا تمسے تاکہ مومنین کیلئے نشانی ہو اور راہ دکھائے تمکو صراط مستقیم۔

تاریخ خمیس مین ہے فعجل لکم ھذا یعنی بالمعجل صلح الحدیبیۃ وبالمغانم الموعود بہا فتح خیبر فخرج رسول اللہ الیہا مستنجزا میعادہ بہ ووائقا بکفایتہ ونصرتہ صـ۵۷ جلد ۲

یعنی قرآن مین جو عجل کا لفظ ہے کہ جلدی کیا تو مراد اس سے صلح حدیبیہ ہے کہ فوراً حاصل ہوا اور

مغانم کثیرہ سے مراد فتح خیبر ہی جسپر حضرت اپنے خدا کا وعدہ پورا کرنے کو نکلے خدا پر اعتماد کرتے ہوئے
پس اگر اسی مال غنیمت سے جسکی تعداد بقول خداوند عالم کثیر تھی جہان ہزارون مسلمانون
کو رسول اللہ عنایت فرمایا۔ وہان اگر اپنی پارہ جگر کو ایک ٹکڑہ زمین کا دیا۔ تو کیون آپکی آنکھون مین
کھٹک رہا ہی جو اوسپہ تو اعتراض کرتے ہین اور اسپر اعتراض نہین کرتے کہ رسول اللہ کو ایسی مہم
غزوہ تبوک پیش تھی اور اوسپر کچھ نہ خرچ کیا سب صحابہ کو دیدیا اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے کچھ
نہ رکھا بلکہ لوگون سے امداد طلب ہوئے اور ثلثہ کے مرہون احسان ہوے؟

خدا کی شان جس رسول کی بدولت ایسے ایسے فاقہ مست لنگوٹی بند کہ ایک تہ بند بھی اونکے
بدن پر نہ سلامت تھی۔ لکڑیون کا گٹھا بیچکر اوقات بسری کرین اونھون نے کروڑون کی
جائداد پیدا کی اونکے نسبت آپ کہتے ہین کہ انھون نے رسول اللہ پر احسان کیا۔ اور اس
احسان کو بھول گئے جو حضرت خدیجہ نے اپنا کل مال و متاع رسول اللہ کو دیدیا جسکے نسبت
خدا کہتا ہے ووجدک عائلا فاغنی۔

قول پشاوری (۳۰) اس بیٹی فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے ایکدفعہ گھر کے کام کیلئے ایک
خادمہ مانگی۔ مگر رسول اللہ نے نہ دی۔ اور کہا بعد نماز اور وقت سونیکے اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ الحمد للہ
۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ پڑہ لیا کرو۔ چنانچہ اس مطہرہ نے اسپر عمل کیا۔ خادمہ کی ضرورت
محسوس نہوئی۔ پھر سوچو کجا ایک خادمہ کا نہ دینا۔ اور کجا اسقدر جائداد کثیر پیدا کرنا۔

اقول ہان یہ حجت آپکی ہے کہ اگر ایک وقت انسان کے پاس کچھ نہو۔ تو پھر دوسرے وقت
بھی وہ نہین دیسکتا۔ مگر افسوس آپکو یہ نہین معلوم کہ رسولخدا کوئی کام اپنے دل یا اپنی خواہش سے
نہین کرتے تھے جو حکم خدا ہوتا اوسکے مطابق انجام دیتے جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے وما ینطق عن
الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

اسی اصول پر رسول اللہ نے اوسوقت جبکہ جناب سیدہ نے خادمہ کا سوال کیا تھا آپنے تسبیح زہرا
کی تعلیم فرمائی جسکی برکت سے جناب سیدہ کو بقول آپکے "خادمہ کی ضرورت نہ محسوس ہوئی"
اور اب کہ مصلحت خدا سے وعدہ مغانم کثیرہ ہوا کہ مسلمانون کو مال غنیمت بہت ہاتھ آئیگا اوسوقت
اسکا بھی حکم ہوا کہ وات ذا القربیٰ حقہ ذوی القربیٰ کو اونکا حق دیدو پھر کیونکر ممکن تھا جناب

رسالتمآب اوسکے خلاف کرتے۔

افسوس تو زیادہ تر یہ ہے کہ نہ آپ قرآن مجید سے آیہ وات ذی القربی حقہ کو نکال سکتے ہین جسمین یہ حکم صریح موجود ہے۔ نہ اسی کا اختیار ہے کہ جناب سیدہ کو ذی القربی سے خارج کرین۔ نہ یہی ممکن ہے کہ جناب سیدہ کے اس دعوی کو اپنی صحیحہ سے خارج کرین کہ حضرت نے اسکا مطالبہ کیا اور ابوبکر نے نہین دیا۔ پھر اس واقعہ سے اوسپر کیا اثر پڑ سکتا ہے کہ جناب سیدہ نے خادمہ کو طلب کیا تو آپنے تسبیح زہرا کی تعلیم دی کیونکہ درحقیقت یہ بھی ایک طرح کی تعلیم تھی رسول اللہ کی جسمین حضرت نے بتایا کہ انسان کو ہر وقت خدا پر نظر رکھنا چاہیئے، اور اوسی پر توکل کہ وہ عالم جزئیات وکلیات ہے اور وہی قاضی حاجات ہے وہ اپنے بندونکے حالات سے بخوبی واقف ہے جو اوسکی مصلحت ہوتی ہے وہی کرتا ہے۔ آمین کسیکو دخل نہین۔ اسلئے جناب سیدہ کے سوال پر وہ تعلیم دی گئی۔ اور بلا سوال وبلا مطالبہ یہ حکم ہوا وات ذی القربی حقہ۔

چونکہ سوال جناب سیدہ پر یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ بمقتضائے بشریت آپکو وہ توکل جو خدا پر ہونا چاہیئے اوسمین فی الجملہ خلل آتا ہے کہ رسول اللہ سے مطالب ہوین جو آپکے پدر بزرگوار تھے اور اگر آپ اوسوقت اسکو انجام دیتے تو منافقین کہہ سکتے تھے۔ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کی خاطرداری کی اسلئے اوسوقت وہ جواب دیا کہ اسماء الٰہی کی تعلیم فرمائی کہ جو کچھ طلب کرنا ہے اوسی سے طلب کرو۔ اور خداوند عالم نے دونو کی نیت اور ہمت پر نظر کرکے یہ مرحمت فرمائی جسے آپ جانتے اور کثیر فرماتے ہین۔ حالانکہ نہ جناب سیدہ کا خادمہ کیلئے بغرض ذاتی آسایش وآرام کے تھا اور نہ یہ عطیہ جناب احدیت ذاتی منفعت کیلئے۔ بلکہ خادمہ بھی اسی [illegible] کی گئی تھی کہ شغل خانہ داری سے کچھ آرام ملے کہ عبادت الٰہی مین زیادہ اشتغال ہو۔ اور یہ مرحمت الٰہی بھی اسی لئے تھی کہ آپکے اعزا قربا جو اصلی مستحق ہین وہ اس وجہ سے کچھ آرام پائین ورنہ ان حضرات کی تو خلقت ہی ایسی ہوئی تھی کہ دنیا اور لذائذ دنیا سے علحدہ رہین۔

غرض اگر خدا اور رسول پر آپکا ایمان ہوگا تو آپ سمجھینگے کہ انکا جو حکم ہوتا ہے [illegible] جب جسکی ضرورت سمجھتے ہین اوسوقت انجام دیتے ہین۔ رسول اللہ پر یہ وقت پڑی تھی کہ آپ مکہ مین ہین اور ہر طرح کفار کے پے در پے آزار سے [illegible] ایک وقت

وہ آیا کہ آپ مکہ اور مدینہ بلکہ تمامی ملک عرب کے مالک ومختار ہین۔ تو کیا اس سے آپ پیقیاس کر سکتے ہین جو شخص ایک وقت ایسا مجبور تھا وہ دوسرے وقت ایسا با اقتدار کیونکر ہوگیا حالانکہ خدا فرماتا ہے وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ کہ یہ تو فضل خدا ہے جسکو وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

قول پشاوری علاوہ فدک کے سات گاؤن بلا شرکت غیرے اور بھی باب سیدہ فیضہ مین تھے جنکے نام یہ ہین۔ دلال۔ عفاف۔ حسنی۔ صافیہ۔ ملام۔ براقیم۔ مبیت۔ برقہ (دیکھو فروع کافی جلد سوم صفحہ ان کا دعوی بھی حضرت جواب نے کیا۔ مگر سیدہ نے ایک جبتک نہ دیا۔ اور وہی جواب دیا۔ جو خلیفہ اول سے جناب سیدہ کو دیا تھا۔

اقول افسوس کہ ہم ایسا نہ جانتے ورنہ آپ اسقدر جھوٹ بولینگے کہ ابوبکر و عمر بھی شرما جائین اور کہین، اس مرزائی نے تو ہم سے بھی سبقت پڑھا دیا کیونکہ فروع کافی جلد نایاب کتاب ہے نہ اوسکی عبارت ایسی دقیق ہے کہ کسی کی سمجھ مین نہ آجائے۔ پھر نہ معلوم اور یہ ایسا افترا کیون جائز رکھا۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۲ جلد ۲ فروع کافی۔

باب صدقات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ والائمۃ علیہم السلام ووصایاہم

محمد بن یحیی عن احمد بن محمد عن ابی الحسن الثانی علیہ السلام قال سالتہ عن الحیطان السبعۃ التی کانت میراث رسول اللہ لفاطمہ علیہا السلام فقال لانہا کانت وقفا وکان رسول اللہ یاخذ الیہ منہا ما ینفق علی اضیافہ والتابعۃ تلزمہ فیہا فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمہ فیہا فشہد علی علیہ السلام وغیرہ انہا وقف علی فاطمہ علیہا السلام وہی الدلال والعفاف والحسنی والصافیہ وملام ابراہیم والمبیت والبرقۃ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن حماد بن عیسی عن عبد اللہ الحلبی ومحمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ

السلام فالاسالناہ عن صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصدقۃ
فاطمۃ علیہا السلام قال صدقتہا لبنی ہاشم وبنی عبدالمطلب وعنہ
عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن ابراہیم بن ابی یحییٰ
المدائنی عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال المبیت ہو الذی کاتب
علیہ سلمان فاتاہ اللہ عزوجل علی رسولہ فہو فی صدقتہا محمد بن یحییٰ
عن احمد عن ابن فضال عن احمد بن عمر عن ابیہ عن ابی مریم قال
سالت اباعبداللہ علیہ السلام عن صدقۃ رسول اللہ وصدقۃ علی فقال
ہی لنا حلال وقال ان فاطمۃ جعلت صدقتہا لبنی ہاشم وبنی المطلب
علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن
ابی بصیر قال قال ابوجعفر علیہ السلام الا اقرئک وصیۃ فاطمۃ قال
فقلت بلی قال فاخرج حقا اوسفطا فاخرج منہ کتابا فقرأہ بسم اللہ الرحمن
الرحیم ہذا ما اوصت بہ فاطمۃ بنت محمد رسول اللہ اوصت حوائطہا
السبعۃ العفاف والدلال والبرقۃ والمبیت والحسنی والصافیہ وہلال
ابراہیم الی علی بن ابی طالب فان مضی علی فالی الحسن فان مضی
الحسن فالی الحسین فان مضی الحسین فالی الاکبر من ولدی شہد اللہ
علی ذلک والمقداد بن الاسود والزبیر بن العوام وکتب علی بن ابیطالب

یعنی یہ باب ہے صدقات بنی وائمہ اور راوں کے وصایا کا محمد بن یحیی راوی ہیں
(۱) ابوالحسن ثانی علیہ السلام سے کہ ہمنے میثان سبعہ (سات چار دیواریاں) سے
سوال کیا کہ آیا وہ میراث جناب فاطمہ تھیں۔ تو فرمایا نہیں۔ بلکہ وہ وقف تھا جسے
رسول اللہ اسقدر لیا کرتے تھے جو ہمارے اوپر خرچ کرتے۔ جب آنحضرت نے انتقال کیا
تو عضرت عباس سے اور بنی طالب کیا تو جناب امیر نے گواہی دی کہ یہ وقف ہے
جناب سیدہ کا اور سکا نام دلال۔ عفاف۔ حسنی۔ صافیہ ہے۔ دلام ابراہیم بیت

jabir.abbas@yahoo.com

(۲) جناب امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے کہ راوی نے پوچھا صدقہ رسول اللہ ؐ وصدقہ جناب فاطمہ ؑ سے کیا مراد ہے کہا کہ وہ دونو صدقہ ہے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کیلئے۔

(۳) تیسری روایت حضرت سے ہے کہ حضرت نے فرمایا وہ حلال ہے ہملوگون کیلئے کیونکہ جناب سیدہ ؑ نے اوسکو بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کیلئے صدقہ قرار دیا ہے۔

(۴) ابو بصیر جناب امام محمد باقر سے روایت کرتے ہین کہ حضرت نے وصیت نامہ جناب سیدہ دکھایا جسمین لکھا تھا کہ یہ وصیت نامہ فاطمہ ؑ ہے طرف علی ابن ابی طالب ؑ کے اونھین ساتو چار دیواری کے متعلق۔ اگر حضرت علی ؑ کا انتقال ہو تو امام حسن ؑ اسکے والی ہونگے اونکے بعد امام حسین ؑ پھر جو اونکی اولاد اکبر سے ہو گواہ ہوا اللہ اور مقداد بن اسود۔ اور زبیر بن عوام اور کاتب اسکے علی بن ابی طالب ہین۔

یہی چار روایتین ہین جو اس وقف کے متعلق ہین کہ خود رسول اللہ ؐ نے انکو وقف کیا تھا جناب سیدہ پر اور جناب سیدہ نے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب پر ان سبکو وقف کیا۔

اس روایت کی تصدیق اسی کشف الظلمات کے حصہ دوم کے صفحہ ۲۰ مین فتح الباری سے مذکور ہو چکی ہے کہ نخل بنی نضیر کو خدا نے حضرت کو فے مین دیا تھا فاعطی اکثرها للمهاجرين وبقي منها صدقة رسول الله التي في ايدي بني فاطمة حسبين سے حضرت نے بہت کچھ تو مہاجرین کو دیا تھا باقی رہ گیا صدقہ رسول جو بنی فاطمہ ؑ کے ہاتھ مین تھا۔ فهي عامة صدقة رسول الله کہ یہ تمامتر صدقہ رسول اللہ ؐ تھا۔

اس سے یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب رسول اللہ ؐ نے اتنا بھی جائز نہ رکھا کہ اپنے صدقات کی تولیت کسی غیر سے متعلق کرین۔ بلکہ جناب سیدہ ہی کو اوسکا متولی کیا تو اگر فدک کو آپ وقف بھی کئے ہوتے تو کب ممکن تھا اوسکا متولی جناب سیدہ ؑ کے سوا کسی غیر کو کرتے چہ جائیکہ خلافت کا معاملہ بغیر تصفیہ چھوڑ جاتے کہ جسکا جی چاہے

خلیفہ بنجائے تلا

وقف علی الاولاد

جو مسلمانون کا متفقہ مسئلہ ہے اور ابھی حال مین بڑی جد و جہد سے گورنمنٹ سے یہ حق حاصل کیا گیا ہے اوسکی بنیاد اسی پر ہے کہ حضرت نے اس جائداد کو وقف فرماکر اپنی اولاد کو اسکا متولی قرار دیا۔ پھر اس واقعہ کو نہ معلوم آپنے کیون یہان لکھا۔ کیونکہ تولیت وقف ہے نہ متولی امیر ہوتا ہے نہ مالدار۔ بلکہ وہ تو صرف خزانچی ہوتا ہے کہ جیسا حکم مالک کا ہوتا ہے اوس طرح انجام دیتا ہے چنانچہ بخاری نے کتاب الخمس مین ایک باب ہی اسکا قرار دیا ہے باب قول اللہ فان للہ خمسہ وللرسول یعنی للرسول فہو ذلک قال رسول اللہ انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی ص۱۲۹ عینی شرح صحیح بخاری جلد ۴

کہ خدا نے جو کہا ہے خدا و رسول کیلئے اوسکا خمس ہے تو مراد اوس سے یہ ہے کہ تقسیم اوسکی حضرت سے متعلق ہے چنانچہ فرمایا کہ ہم تو قاسم اور خازن ہین اور خدا جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ پس جبکہ رسول اللہ ان اختیارات پر کہ حضرت کو ہر طرح کا اختیار حاصل تھا یہ فرمائین کہ ہم تو صرف تقسیم کرنے والے ہین۔ تو جناب سیدہ باوصف تولیت اوس سے کیا فائدہ پاسکتی تھین۔ اور اگر بالفرض کوئی ذاتی منفعت بھی ہو تو اسکو ہبہ کب لازم ہے اپنے باقی حقوق سے دست بردار ہو جائین

قول پشاوری (۵) لفظ بتول جو لقب تھا۔ جناب ممدوحہ کا اس دعوی فدک کی تکذیب پر ایک کافی دلیل ہے۔

صراح مین اسکے معنی زیر لفظ تبل لکھے ہین۔ بتول ھی العذراء المنقطعۃ عن الازواج (تجرد پسند عورت) ویقال ھی المنقطعۃ الی اللہ عن الدنیا وھی اسم فاطمہ بنت النبی رضی اللہ عنہا۔ پس حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام تجرد پسند تو نہ تھین۔ کیونکہ شوہردار تھین۔ پس معنی یہی ہوسکے تارک الدنیا اور خدا پرست عورت جو راجع الی اللہ ہو۔ گویا دنیا سے بکلی قطع تعلق اُس نے کیا ہو۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ دنیاوی فائدہ کیلئے گھر گھر اور کچہری مین دربدر

۱۲ قال سبط ابن الجوزی وھو اول وقف کان فی الاسلام ومما افاء اللہ علی رسولہ

پھرتی رہے۔ اگر جناب سیدہ مفلس اور قلاشہ محض بھی ہوتین۔ تب بھی دربار مین نہ جاتین۔ چہ جائیکہ اسقدر جائداد کے ہوتے دربار خلافت مین جاوین۔ کیا ان کو آیت ستر اور آیت وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ معلوم نہ تھی۔ پھر اسقدر غصہ کہ راستہ مین عمر سے مشت گریبان ہون (دیکھو اصول کافی صلا ۲۹۱) اپنے ہمراہ حسنین علیہما السلام کو لیکر گھر گھر پھرین۔ بروایت مجلسی لکھا ہے۔

ثم خرجت فاطمۃ وحملھا علی علی اتان علیہ کساۃ حمل قد ادبھا اربعین صباحا فی بیوت المھاجرین والانصار والحسن والحسین معھا وھی تقول یا معشر المھاجرین انصروا اللہ وانبت بینکم ولا اجابھا احد ولا نصرہ۔

(کتاب الفتن مطبوعہ ایران صلا)

اقول جو خیال آپنے ظاہر کیا ہے وہ نیا نہین ہے۔ بلکہ آپکے اسلاف بھی یہی الزام رسول اللہ پر دیتے آئے ہین چنانچہ قرآن مجید مین ہے۔

وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منھا وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا (مومنون)

اور کہتے ہین وہ کیسا پیغمبر ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازارون مین چلتا پھرتا ہے۔ اسپر کوئی فرشتہ کیون نہین نازل ہوتا اوسکے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اسکے پاس خزانہ آپڑتا۔ یا اسکا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالم کہتے ہین کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔ دیکھو یہ تمھارے لئے کیسی کیسی مثالین بتاتے ہین وہ گمراہ ہوگئے کہ کسی طرح راہ نہین پا سکتے۔

وقال الملاء من قومہ الذین کفروا وکذبوا بلقاء الاخرۃ واترفناھم فی الحیوۃ الدنیا ما ھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منہ ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون۔ مومنون

کافرون کی ایک قوم جو آنحضرت کو جھوٹا سمجھتی اور ہنسنے اونکو آسودگی دی تھی کہتے تھے کہ یہ (رسول) تو مثل ہمارے کھانے کے ہی اوس سے کھاتا اور پیتا ہے جس سے تم کھاتے اور پیتے ہو اگر تم اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو تم اسوقت گھاٹے مین پڑ گئے۔

پس جو مقولہ کفار تھا آنحضرت کے بارہ مین وہی خیال آپ ظاہر کر رہے ہین کہ جناب سیدہ بتول ہوکر کیونکر طالب اپنے حقوق کی ہوسکین اور یہ نہ خیال کیا کہ جو شخص ایسا ہو وہ کب کسی ناجائز حق کا مطالبہ کر سکتے ہین یا کوئی کلمہ راستی کے خلاف زبان سے نکال سکتے ہین۔

طرفہ تو یہ ہے کہ آپ جس بات سے استدلال کرتے ہین جو مدعا علیہ کو بھی نہ سوجھی نہ آپکے خلیفہ اول نے دوسرے کہ مطلب رسول اللہ تو آپکو بتول کا خطاب دے گئے ہین جسکے معنی انقطاع عن الدنیا ہے کہ دنیاوی چیزون سے آپکو سروکار ہی نہونا چاہیئے۔

آپنے جو معنی بتول صراح سے لکھے ہین اوس سے اتنا تو یقیناً معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کا لقب بتول باتفاق فریقین ثابت ہے۔ مگر افسوس آپکی لیاقت صرف صراح تک می ودہے ورنہ اگر کتب احادیث لغت کی طرف رجوع کرتے تو معلوم ہوتا یہ لقب جناب سیدہ کس بنیاد پر تھا۔ دیکھئے مجمع بحار الانوار مین ہے۔ جو آپکے علامہ شیخ محمد طاہر حنفی کی تصنیف ہے علم لغت قرآن و حدیث مین ہے

نہ لا تبتل فی الاسلام هو الانقطاع عن النساء وامرءة بتول ای منقطعة عن الرجال لا شهوة لها فیهم وسمیت مریم وفاطمة بها لانقطاعهما عن نساء زمانهما فضلا ودینا او عن الدنیا الی اللہ عز

یعنی حدیث مین جو آیا ہے لا تبتل فی الاسلام تو معنی یہ ہے کہ اسلام نے اسکو نہین جائز رکھا ہے کہ کوئی شخص عورتون سے قطع تعلق رکھے کہ نکاح و متعہ نہ کرے۔ اور اوس عورت کو جو بتول کہتے ہین جو مردون سے تعلق نہ رکھے کہ

زوسکی نداشتہ باشد۔ او حضرت مرتضیٰ را در واقعہ کربلا بقتل آن وجہ سے تھا کہ وہ منقطع تھین دنیا کی عورتون سے یعنی متنفر و متجرد تمام دنیا کی عورتون سے مفضل کمال اور دین مین ہین۔ یا اس معنی سے کہ دنیا سے منقطع تعلق کئے ہون طرف خدا کے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کا لقب بتول ہونا متفق علیہ فریقین ہے کہ شیعہ وسنی سب اون حضرت کو بتول جانتے ہین۔ اسی معنی سے کہ وہ اپنا مثل و نظیر دنیا مین نہین رکھتی تھین اور صرف خدا سے اونکا تعلق تھا۔

اسماء الرجال مشکوۃ شیخ عبد الحق دہلوی مین ہے وھی سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء اھل الجنۃ لقب بالزھراء لزھریتھا و بھجتھا وجمالھا و کمالھا وبالبتول لانقطاعھا الی اللہ عن الخلق او لانقطاعھا عن النساء فی الجمال والکمال وکانت اشبہ الناس برسول اللہ ص خلاوھدیا وسمتا وحدیثا وکلاما وکان رسول اللہ ص اذا دخلت فاطمہ قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیھا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسھا صلے ورق ۱۵ قلمی

یعنی حضرت فاطمہ تمامی عورات عالم کی سیدہ ہین۔ اور تمام اہل جنۃ کی عورتون کی سیدہ تھین۔ اور زہرا اس وجہ سے لقب ہوا کہ حضرت زہرت و بہجت و جمال و کمال مین بیمثل تھین۔ اور بتول اس وجہ سے لقب تھا کہ آپ خلق سے منقطع تھین طرف خدا کے یا اس وجہ سے کہ تمامی عورات مین جمال و کمال مین متفرد تھین۔ اور نیز آپ مشابہ تھین رسول اللہ ص سے رفتار مین گفتار مین۔ اور قاعدہ تھا کہ جب جناب سیدہ خدمت رسول مین حاضر ہوتین۔ تو حضرت اونکا کھڑے ہوتے اور ہاتھون کو پکڑتے اور بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھالیتے۔ اسی طرح جب جناب رسالتمآب تشریف لاتے تو جناب سیدہ اونکا تعظیم کرتین اور بوسہ دیکر بیٹھا لیتین۔

و ھذا ما یتعلق بشرح کلمہ الشھادۃ و نحن بحمد اللہ و بنا صلواتہ سیرتین ۔ جواعاخر علما

اہلسنت سے ہیں واذا قد تعرضنا لبعض فضائل البتول فلنتبرک
بذکر فضائل من فضائلھا سلام اللہ علی ابیھا وعلیھا
وعلی ولدیھا فنقول فصل اخرج الغسانی عن ابن عباس قال قال
رسول اللہ وبنتی فاطمۃ حوراء ادمیہ لم تحض ولم تطمث وانما سماھا
فاطمۃ لان اللہ عزوجل فطمھا وبیتھا عن النار یطمث الحیض وکرر
لاختلاف اللفظ والطمث ایضاً الجماع واخرج الامام علی بن موسی الرضا
عن اسماء قالت قبلت فاطمۃ بالحسن فلم ار لھا دماً فقلت یارسول اللہ
انی لم ار لفاطمۃ دماً فی حیض ولا نفاس فقال ان ابنتی طاھرۃ مطھرۃ
لا یری لھا دم فی حیض ولا ولادۃ۔ واخرج ابو عمر عن ابی ھریرۃ قال قال
رسول اللہ افضل نساء اھل الجنۃ خدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت
محمد ومریم ابنۃ عمران واسیۃ بنت مزاحم امرأۃ فرعون واخرج
ابو عمر والحافظ ابو القاسم الدمشقی عن عمران بن حصین ان النبی
صلعم عاد فاطمۃ وھی مریضۃ فقال لھا کیف تجدینک یا بنیۃ فقالت
انی وجیعۃ وانی لیزیدنی انی مالی طعام اکلہ فقال یا بنیۃ اما ترضین انک
سیدۃ نساء العالمین فقالت یا ابت فاین مریم بنت عمران قال تلک
سیدۃ نساء عالمھا وانت سیدۃ نساء عالمک اما واللہ لقد زوجتک
سیداً فی الدنیا والاخرۃ ھذا لفظ ابی عمرو لفظ الحافظ ابی القاسم
او فی منہ قال عن عمران قال خرجت یوماً فاذا رسول اللہ صلعم قائم
فقال یا عمران فاطمۃ مریضۃ فھل لک ان تعودھا قال قلت یا رسول
اللہ فداک ابی وامی وای شرف اشرف من ھذا قال فانطلق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانطلقت معہ حتی اتی الباب فقال
السلام علیکم ادخل قالت وعلیکم السلام ادخل فقال صلعم انا و
من معی قالت والذی بعثک بالحق ما علی الا ھذہ العباءۃ قال وصم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاءۃ خلقہ فرمی بھا الیھا فقال
سدی بھا راسک ففعلت ثم قالت ادخل فدخل ودخلت معہ
فقعد علی راسھا وقعدت قریبا منہ فقال ای بنیۃ کیف تجدینک
قال واللہ یا رسول اللہ انی لوجیعۃ وانی لیریدانی وجعا ان لیس عندی
ما اکل قال فبکی رسول اللہ صلعم وبکت وبکیت معھما فقال لھا
ای بنیۃ اصبری مرتین او ثلاثا ثم قال ای بنیۃ اما ترضین ان تکونی
سیدۃ نساء العالمین قالت یا لیتھا ماتت واین مریم بنت عمران
قال لھا ای بنیہ تلک سیدۃ نساء عالمھا وانت سیدۃ نساء عالمک
والذی بعثنی بالحق لقد زوجتک سیدا فی الدنیا والاخرۃ لا یبغضہ
الا منافق ص۹۷

یعنی چونکہ بعض فضائل حضرت بتول کا یہان مذکور ہوا لہذا ایک خاص فصل
مین ہم آپکے فضائل ومناقب لکھتے ہین۔ نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا فاطمہؑ میری بیٹی حورا ہے آدمی کی شکل مین
کہ نہ اوسکو حیض ہوتا ہے نہ طمث۔ اسکا نام فاطمہؑ اس وجہ سے ہوا کہ خدا نے اسکو
اور اسکی اولاد کو آتش جہنم سے جدا کردیا ہے (کہ کبھی اوسکا عذاب نہوگا) امام علی
بن موسیٰ الرضاؑ نے اسما بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ ولادت امام حسنؑ
پر خون (نفاس) نہین دیکھا گیا تو اسمار نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔ ہمنے فاطمہؑ
کو نہ کبھی حیض آتے دیکھا نہ نفاس تو رسول اللہؐ نے فرمایا کیا تو نہین جانتی میری
بیٹی فاطمہؑ طاہرہ مطہرہ ہے کہ نہ اوسکو خون حیض آتا ہے نہ خون نفاس۔
ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا افضل نساء اہل جنۃ خدیجہ
ہین اور فاطمہؑ بنت محمدؐ اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون
ابو عمر اور حافظ ابو القاسم دمشقی نے روایت کی ہے عمران بن حصین سے
(صحابی ہین) ایک روز آنحضرتؐ نے حالت مرض مین جناب سیدہؑ کی عیادت

کی اور پوچھا کیا حال ہے تو کہا میں بیمار ہون اور اوسپر زیادتی یہ ہے کہ گھر مین میرے پاس کوئی چیز کھانے کی نہین ہے جو کھا سکین۔ آپ نے فرمایا کیا تم اسپر راضی نہین ہو کہ سیدہ نساء العالمین ہو جناب سیدہ نے کہا پھر حضرت مریم کا کیا درجہ ہوا۔ کہا کہ وہ اپنے زمانہ کی سیدہ تھین اور تم اپنے زمانہ کی سیدہ ہو قسم خدا کی ہمنے اوس سے تمہارا عقد کیا جو سید ہے دنیا و آخرت مین۔ یہ روایت ابو عمر ہے۔

حافظ ابو القاسم کی یہ روایت ہے کہ **عمران بن حصین** کہتے ہین ایکروز آنحضرت کو دیکھا کہ کھڑے ہین۔ مجھسے فرمایا اے عمران فاطمہ بیمار ہین کیا تم عیادت کو اونکی چلوگے۔ عمران نے کہا میرے ماں باپ فدا ہون اس سے بڑھکر کون شرف ہو سکتا ہے مین حضرت کے ساتھ چلا۔ جب داخل دروازہ ہوے تو فرمایا السّلام علیکم۔ کہا مین آؤن جناب سیدہ نے کہا تشریف لائے۔ حضرت نے پوچھا کیا جو ہمارے ساتھ ہے وہ بھی آئے۔ جناب سیدہ نے عرض کیا قسم اوس کی جسنے آپکو مبعوث بحق کیا کہ میرے بدن پر اس عبا کے سوا اور کچھ نہین ہے۔ تو حضرت کے ہاتھ مین ایک پرانے کپڑے کا ٹکڑہ تھا اوسکو پھینک دیا اور کہا اس سے اپنا سر چھپالو۔

عمران کہتے ہین اسکے بعد ہم اور رسول اللہ داخل ہوے تو حضرت سرہانے بیٹھ گئے اور ہم حضرت کے قریب ہی بیٹھے بعدہ پوچھا کیسا مزاج ہے تو جناب سیدہ نے کہا۔ قسم بخدا یا حضرت مین بیمار ہون اور اوسپر زیادتی یہ ہے کہ گھر مین کچھ کھانے کی چیز نہین ہے۔ حضرت اس سے بہت روئے اور ہم بھی اون دونون کے ساتھ روئے پھر فرمایا اے بیٹی صبر کرو دو مرتبہ یا تین مرتبہ کہا۔ پھر فرمایا کیا تم راضی ہو کہ تم سیدہ نساء العالمین ہو۔ پوچھا۔ پھر حضرت مریمؑ کا کیا درجہ ہے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی سیدہ تھین اور تم اپنے زمانہ کی قسم اوسکی جسنے ہمکو مبعوث بحق کیا کہ تمنے تمہارا عقد اوس سے کی ہے جو سید ہے دنیا و آخرت مین کہ اوس کا دوست رکھنے والا مومن ہے اور دشمن رکھنے والا منافق"

ان روایتون سے آپکو معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب سیدہؑ کا لقب بتول کس وجہ سے

تھا کہ وہ دنیا کی ہر کثافت و نجاست سے پاک اور پاکیزہ تھین اور اونکو خدا نے سیدہ نسار العالمین بنایا تھا۔

آپ تو ان روایتون سے اس وجہ سے ضرور خوش ہونگے کہ آپکے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے بکلی قطع تعلق کئے ہوئے تھین۔ مگر اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسقدر ضرورت ضرور تھی کہ سد رمق کیلئے کچھ کھانے کو ملے جسکی شکایت حضرت نے اپنے پروردگار سے کی اور رسول اللہ بھی روے اور وہ معصومہ بھی۔ تو اگر حالت وسعت و فراغت مین جناب رسالتمآبؐ نے اوسی سد رمق کیلئے ایک قلیل سی جائداد دی تو آپکو کیون تعجب ہوتا ہی جسکے مطالبہ پر آپ یہ الزام دیرہے ہین۔

آپ کیسے مرزائی ہین کہ اپنے خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب کا طرز عمل دیکھکر بھی آپ سنیون کے خلیفہ اول کے طرفدار بنے ہین حالانکہ آپکے خلیفہ اول تو کس طرح مرزا صاحب کے خاندان کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ بخلاف ابوبکر کہ اونھون نے وہ سلوک کیا جسکو تمامی اہل اسلام نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

آپ جو بحمایت خلیفہ اول یہ الزام جناب سیدہؑ پر قائم کرتے ہین پھر کیونکر ممکن ہی کہ وہ دنیاوی خانہ کیلئے گھر گھر اور کچہری ہین در بدر پھرتی رہے" تو یہ محض آپکی ہٹ دہرمی اور زبردستی ہے۔ کیونکہ طلب حق کیلئے تو رسول اللہ نے کہ چھوڑا طائف گئے۔ مدینہ آئے۔ پھر جناب سیدہؑ نے اگر طلب حق کیلئے دولتسرا سے فائدہ نکالا تو کیونکر مورد طعن ہوین۔ حالانکہ آپ جانتے ہین۔ یہان نہ کوئی کچہری تھی نہ کہین گھر سے باہر قدم نکالنا کیونکہ جناب سیدہؑ کا گھر تو مسجد نبی کے اوس گوشہ مین تھا کہ راہ اوسکی مسجد مین تھی بلا مسجد مین گئے ہوئے نہ گھر سے باہر نکل سکتین نہ اندر جا سکتین۔ اور اوسی مسجد مین بیٹھے ہوئے ابوبکر صاحب فیصلہ کرتے تھے پھر اپنے گھر سے دروازہ پر آنا کیا آپکے نزدیک کچہری مین دورہ ہوگیا۔

آپکو یہ بھی معلوم ہے کہ مطالبہ جناب سیدہؑ محض اس غرض سے تھا کہ ابوبکر صاحب شریعت خدا و رسول کو مٹا رہے تھے۔ کیونکہ خدا و رسول نے تمامی کفار عرب کے خلاف

یہ حکم جاری کیا تھا کہ بیٹیون کو نصف حصہ لڑکونکا میراث مین ملا کرے۔ اسی حکم خدا ورسول کے مٹانے کو ابو بکر صاحب نے یہ مسئلہ ایجاد کیا کہ دختر رسول اللہ کو ترکہ نہ ملے۔

اسی لئے جناب سیدہ نے اپنی امکانی کوشش بھر کوشش کی کہ شریعت رسول اللہ قائم رہے جسکا یہ اثر ہوا کہ گو جناب سیدہ محروم رہین۔ مگر حکم خدا و رسول جاری ہوگیا ملاحظہ ہو کشف الظلمات حصہ اول۔

پھر کیا ایسی حالت مین کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ مطالبہ کرنا بغرض ذاتی نفع کے تھا حالانکہ اگر ایسا ہو بھی تو کسی طرح الزام نہین آسکتا کیونکہ طلب حق بطریق جائز تو ہر شخص کا حق ہے۔

آہ آپکو جوش ناجائز حمایت خلیفہ اول نے ایسا مجبور کر دیا ہے کہ کچھ نہین سوجھتا خدا تو اپنے حبیب خاص کیلئے مال غنیمت کو برخلاف دیگر پیغمبران جائز اور مباح کرے۔ اور آپ انصار بلکہ یہود کے عطایا کو قبول فرمائین۔ اور اپنی پارہ جگر فاطمہ زہرا کو اوسکا متولی بنائین۔ مگر جب جناب سیدہ غاصبون سے اپنے حق واجبی کو طلب کرین تو آپ اوسکو دنیاداری قرار دین۔ پھر جب خود خدا اور اوسکا رسول دنیادار تھا تو جناب سیدہ یا آپکے شیعہ اس قسم کے الزام دنیاداری سے کب ناراض ہو سکتے ہین ظالمون اور غاصبون کا تو یہ معمولی ہتکنڈہ ہے۔

آپکو اگر سیرت اہلبیت اطہار معلوم ہوتی تو سمجھتے ان لوگون کا دنیا مین آخرت ہے اور آخرت عین دنیا دیکھئے **روضہ ندیہ** مین ہے۔

اخرجه الحافظ ابو القاسم الدمشقي عن ابی سعید قال قال علی علیه السلام ذات یوم فاطمة هل عندك من شیء تغدینا قالت لا والذی اکرمك بالنبوة ما اصبح عندی شیء منذ یومین الا شیء او ترك به علی بطنی وعلی ابنیّ هذین قال یا فاطمة الا اعلمتنی حتی ابغیکم شیئاً قالت انی استحیی من الله ان اکلفك ما لا تقدر علیه فخرج من عندها واتقتا

باللہ حسن الظن بہ فاستقرض دینارا فبینا الدینار فی ید ابن سباع
لھما یصلح لھم اذ عرض لہ المقداد فی یوم شدید الحر قد لوحتہ الشمس
من فوقہ وآذتہ من تحتہ فلما راہ انکرہ وقال یا مقداد ما ازعجک من
رحلک ھذہ الساعۃ قال یا ابا الحسن خل سبیلی ولا تسالنی عما ورائی
قال یا بن اخی انہ لا یحل لک ان تکتمنی حالک قال اما اذا ابیت فوالذی
اکرم محمدا بالنبوۃ ما ازعجنی من رحلی الا الجھد ولقد ترکت اھلی یبکون
جوعا فلما سمعت بکاء العیال لم تحملنی الارض فخرجت مغموما راکبا راسی
ھذا حالی وتھیتی فھملت عینا علی علیہ السلام بالبکاء حتی بلت دموعہ
لحیتہ ثم قال احلف بالذی حلفت بہ ما ازعجنی غیر الذی ازعجک
ولقد اقترضت دینارا فھاک واو ثرک بہ علی نفسی ودفع الیہ الدینار
ورجع حتی دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی النبی صلعم
صلوۃ المغرب مر فعجلی علیہ السلام فی الصف الاول وعمز ابرجلہ فسار
خلف النبی صلعم حتی لحقہ عند باب المسجد ثم قال یا ابا الحسن ھل عندک
شیء تعشینا بہ فاطرق علی لا یحیر جوابا لحیاء من النبی صلعم قد عرف
الحال التی خرج علیھا فقال النبی صلعم اما ان تقول لا فننصرف عنک
او نعم فنجیء معک فقال لہ حیا وتکرما اذھب بنا وکان اللہ سبحانہ قد
اوحی الی نبیہ صلعم ان تعش عندھم فاخذ النبی صلعم بیدہ فانطلقا
حتی دخلا علی فاطمہ فی مصلی لھا وقد صلت وخلفہ جفنۃ تفور دخانا
فلما سمعت کلام النبی صلعم خرجت من المصلی فسلمت علیہ وکانت
اعز الناس علیہ فرد السلام ومسح بیدہ علی راسھا وقال کیف امسیت
عشینا عفر اللہ لک وقد فعل فاخذت الجفنۃ ووضعتھا بین یدیہ
فلما نظر علی ذلک وشم ریحہ رمی ناظرہ ببصرہ رمیا شحیحا فقالت
ما اشم نظرک واشدہ سبحان اللہ ھل اخنیت فیما بینی وبینک ما

استوجب به السخطة قال واى ذنب اعظم من ذنب اصبحنا اليوم ليس
عندى بك اليوم وانت تحلف بالله مجتهدة ماطعمت طعاما يومين فنظرت
الى السماء فقال الذى يعلم ما فى سمائه ويعلم ما فى ارضه انى لم اقل
الا حقا قال فانى لك لم ار مثله ولم اشم مثل رايحته ولم اكل اطيب منه
فوضع النبى صلعم كفه المباركة بين كتفى على عليه السلام ثم هزهن هاو
وقال يا على هذا ثواب الدنيا وهذا جزاء الدنيا وهذا من عند الله ان الله
يرزق من يشاء بغير حساب ثم قال الحمد لله كما لم تخرج كما من الدنيا حتى يجرى
فى البحرى اجرى فيه يحيى بن ذكريا ويجرى فيه يا فاطمه فى المجرى الذى
جرى فيه مريم بنت عمران كلما دخل عليها ذكريا المحراب وجد عندها رزقا
قال يا مريم انى لك هذا قالت هو من عند الله ص۹۰

حافظ ابو القاسم دمشقی نے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب امیرؑ نے حضرت سیدہ سے
کہا کچھ کھانے کو ہے تو کہا قسم اوس خدا کی جسنے ہمارے پدر بزرگوار کو نبی بنایا ہمارے
پاس دو روز سے کچھ نہین ہے مگر یہی جسکے لئے تمکو ہم اختیار کرتے ہین اپنے اور اپنے دونو
فرزندون پر حضرت علیؑ نے یہ سنکر خاموشی اختیار کی کچھ جواب نہین دیا کہ کچھ تلاش کرتے۔ جناب سیدہ نے
کہا کہ شرم معلوم ہوئی خدا سے کہ تمکو ایسی تکلیف دین جسپر تمکو قدرت نہین۔ حضرت علیؑ
وہان سے باہر نکلے خدا پر توکل کرکے پس ایک دینار قرض کیا اور جا کچھ خریدین کہ
سامنے سے مقداد صحابی دشت گیا مین نظر آئے جنکے چہرے کو آفتاب نے شدت گرمی
سے متغیر کیا تھا۔ اونکو دیکھکر جناب امیرؑ نے فرمایا یون تم اس وقت ایسی گرمی مین گھر
سے نکلے ہو مقداد نے کہا ہمکو چھوڑ دیجئے اور نہ پوچھئے کیا گذرتی ہے جناب امیرؑ
نے فرمایا اے برادر زادہ تمھین جائز نہین کہ یہ حال چھپاؤ۔ مقداد نے کہا جب آپنے
اصرار کیا تو قسم اوس کی جسنے رسول اللہ کو مبعوث برسالت کیا کہ ہم شدت گرسنگی
سے باہر نکلے ہین کہ سب لڑکے بھوک سے رو رہے ہین اونکی آواز نے مجھے مجبور کیا
کہ گھر سے باہر نکلون۔ جناب امیرؑ اس واقعہ کو سنکر اسقدر روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی

اور کہا قسم بخدا تم بھی اسی وجہ سے گھر سے نکلے ہین۔ پھر کہا کہ دیکھو دینار ہمنے قرض لیا ہے۔ مگر تمکو اپنی نفس پر ترجیح دیتے ہین۔ وہ دینار اونکو دیکر خدمت رسول اللہ مین حاضر ہوئے جب نماز مغرب پڑہ چکے تو حضرت علیؑ کو اشارہ کرکے ساتھ لیا جب در مسجد پر پہونچے تو پوچھا اے علیؑ کچھ تمھارے گھر ہے کہ آج رات کو تمکو کھلاوے حضرت علیؑ مارے حیا کے کچھ جواب نہ دیسکے کیونکہ گھر کا حال معلوم تھا۔ اسپر رسول اللہؐ نے فرمایا کہو نہین کہلا سکتے تو ہم چلے جائین یا کہو ہان تو ساتھ چلین حضرت علیؑ نے فرمایا جاؤ تکرما آپ میرے ساتھ تشریف لیچلین۔ گویا کہ خدا نے وحی کی تھی کہ آج شب کو حضرت علیؑ کے مہمان رہین پس حضرت نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور داخل خانہ جناب سیدہؑ ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے مصلے پر ہین اور نماز پڑہ چکی ہین اور پیچھے اونکے پیالہ (یا دیگچی) سے جس سے بھاپ نکل رہی ہے جناب سیدہؑ نے سلام کیا اور حضرت نے جواب سلام دیکر سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کیا حال ہے۔ کچھ کہلا بھیجا اس وقت خدا بخشے تمکو اور بخش چکا۔ اسپر جناب سیدہؑ نے وہی پیالہ حاضر کیا جب جناب امیرؑ نے اوس پیالہ کو دیکھا اور اوسکی خوشبو سونگھی تو جناب سیدہؑ کی طرف نظر تیز سے دیکھا جسپر جناب سیدہؑ نے کہا کونسا قصور تم سے ہوا ہے جو تم اس نظر سے دیکھ رہے ہو۔ جناب امیرؑ نے کہا اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ آج ہی تمنے قسم کھائی تھی کہ دو روز سے ہمنے کچھ نہین کھایا۔ جناب سیدہؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا جو خدا جانتا ہے آسمان و زمین کی سب باتون کو وہی جانتا ہے کہ ہمنے بجز حق کوئی کلمہ نہین کہا تھا۔

جناب امیرؑ نے کہا پھر یہ کہان سے آیا جو ایسا کھانا ہے کہ نہ مثل اسکا دیکھا نہ ایسی خوشبو نہ ایسی لذت کسی کھانے مین دیکھی۔

جناب رسالتمآبؐ نے اپنا دست مبارک دہان دوشانہ جناب امیرؑ کے رکھا اور حرکت دی اور فرمایا اے علیؑ یہ وہ ہے جو خدا نے دیا ہے اور بیحساب دیتا ہے۔ یہ رزق منجانب اللہ ہے کہ جسکو چاہتا ہے بغیر حساب دیتا ہے الحمد للہ کہ خدا نے تم دونون مین

حضرت مریم اور حضرت ذکریا کو جاری کیا (ترجمہ آیہ) کہ جب حضرت ذکریا مریم کے پاس محراب مین جاتے تو اونکے پاس رزق دیکھتے کہا اے مریمؑ یہ کہان سے آیا تو کہا کہ خدا کی طرف سے۔

یہ ایک ایسے عالم اہلسنت کی روایت ہے جس سے نہ کوئی وہابی انکار کرسکتا ہو نہ کوئی حنفی نہ کوئی مرزائی اب اسکی لطافت پر غور فرمائیے۔

(۱) جناب سیدہؑ پر دو روز گذر گئے کہ گھر مین کچھ کھانے کو نہین ہے۔ مگر جناب امیرؑ کو خبر نہین کرتین۔

(۲) جو قدر قلیل تھا اوسکے اس طرح پیش کیا کہ خود اور دونو بچے بھوکے رہے مگر جناب امیرؑ کے سامنے عار نکیا۔

(۳) جناب امیرؑ نے کہا کہ جب کچھ نہین تھا تو ہمکو خبر کیون نہین کی جسپر جناب سیدہؑ فرماتی ہین کہ ہمکو خدا سے شرم معلوم ہوئی کہ ایسی تکلیف دین جو تمھارے امکان مین نہو۔

کیا دنیا مین ہے کوئی جو اسکی نظیر پیش کرسکے۔ کیونکہ اہلسنت ازواج نبی کا مرتبہ سب سے بڑا بتلاتے ہین۔ مگر اونکی اخلاقی حالت ایسی تھی کہ آجتک قرآن مجید مین اونکا شکوہ موجود ہے ملاحظہ ہو سورہ احزاب۔

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا اے نبی کہدو اپنی ازواج سے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت وآرایش کی خواستگار ہو تو آؤ مین تمھین کچھ مال دون اور اچھی طرح سے رخصت کردون۔

جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ ازواج نبی نے حضرت کو کس طرح دق کیا اور کسدرجہ عاجز کہ آخر خدا نے یہ حکم دیا کہ کہدو اگر تم دنیا کی خواہش مند ہو تو آؤ ہم کچھ مال دیکر تمکو رخصت کردین۔

اور یہان یہ حالت ہے کہ دو دو تین تین روز گذر جاتے ہین کہ جناب سیدہؑ کو اتنا مقدور نہین کہ خود کھا سکین یا بچون کو کھلا سکین۔ مگر خدا سے آپ حیا کرتی ہین اور

جناب امیرسے نہین کہتین۔

کہیئے اب بھی آپکو معلوم ہوا یا نہین کہ جناب سیدہؑ کا لقب بتول کیون تھا اسلیے ہی تو کل اور جہا کی بدولت کہ بچپن خدا اپنے حال کو کسی پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا یہانتک کہ جناب امیرؑ سے بھی نہ کہا۔

اسی وجہ سے خداوند عالم فرماتا ہے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ خدا ہی خوب جانتا ہے کون قابل رسالت ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ عورتین اپنے شوہرونکے حالات سے بخوبی مطلع ہوتی ہین کہ اوسکی اندرونی حالات کیا ہین وہ مالدار ہے یا فقیر ممسک ہے یا سخی۔ مگر ازواج نبی کو ایسی بے اعتمادی تھی کہ سب حالتین جانکر بھی وہ حضرت کو اس طرح مجبور کرتین کہ خدا نے صاف لفظون مین کہہ دیا اگر وہ نہین مانتین تو نکالدو۔ اور جناب سیدہؑ کی یہ حالت ہے کہ مارے حیا کے جناب امیرؑ سے یہ بھی نہین کہتین کہ ہمپر دو روز سے فاقہ ہے گھر مین کچھ نہین۔

آپکو اسی کشف الظلمات جلد ۲ کا صفحہ ۴۸ یاد ہوگا جسمین مینے عرض کیا تھا کہ جب جناب سیدہؑ نے حضرت سے ایک خادمہ کی خواہش کی تھی تو آپنے تسبیح فاطمہؑ کی تعلیم فرمائی تھی۔ جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ اوسی تعلیم کا اثر تھا کہ اب ایسے شدائد جناب سیدہؑ پر گذرتے ہین اور آپ اوسکی خبر جناب امیرؑ کو بھی نہین کرتین اور خدا سے حیا کرتی ہین۔ کہ جب وہی قادر و مختار ہے۔ تو پھر اپنا حال بجز اسکے دوسرے کس سے کہین۔ پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جو بیبی ایسی صابرہ و شاکرہ ہو اوسکو جناب رسالتمآبؐ بوقت قدرت و اختیار محروم کرین کیونکہ آپکو علم الیقین معلوم تھا جو مال اسکے حوالہ کیا جائیگا وہ محض فقرا و مساکین کے مصرف صحیح مین صرف ہوگا۔

(۴) یہ کہ جناب امیرؑ نے اس حالت پر کہ گھر مین دو روز سے فاقہ ہے ایک دینار قرض لیا ہے اور چاہتے ہین کہ کچھ خریدین۔ مگر حضرت مقداد کو پریشان حال دیکھکر

استفسار کرتے ہین۔ اور وہ بھی ایسے غیور رہین کہ کچھ حال نہین کہتے۔ مگر جناب امیر قسم دیکر پوچھتے ہین۔ اور وہ دینار جو قرض لیا ہے انکو دیدیتے ہین کہ تم اپنا کام چلاؤ اگرچہ ہم بھی اسی حال مین ہین۔

کیا! پنج عالم کوئی اسکی نظیر پیش کرسکتا ہے۔ اسی لئے تو خداوند عالم ان لفظون مین آپ حضرات کی تعریف کرتا ہے۔ یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون سورہ حشر اور ترجیح دیتے ہین اپنی نفسو پر اگرچہ خود محتاج ہون اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہین۔

خدا ورسول نے تو آپکو خلیفہ کیا تھا اسی غرض سے کہ آپ نمونہ بنین اون تعلیمون کے جو رسول اللہ نے امت کو دی تھی کہ دنیا کو ہیچ سمجھو اور بجز خدا کسی کا خیال نہ کرو۔ اسی لئے دنیا پرست صحابہ نے نہ چاہا کہ یہ حضرات خلیفہ بن سکین کیونکہ رسول اللہ کی چند روزہ تعلیم نے ایک انقلاب ڈال دیا کہ تمام عرب مسلمان ہوگیا۔ اگر یہ حضرات خلیفہ بنکر اونکا نمونہ دکھائینگے تو سارا عالم ایک دوسرا جلوہ دکھائیگا۔ اسی لئے نہ غسل وکفن رسول کا انتظار کیا گیا نہ آپکے دفن سے فرصت ہونے پائی کہ اسلام کا سارا نقشہ ہی بدل دیا گیا۔

آپ اگر تمام کتب تواریخ دیکھ جائینگے اور جتنی کتابین سیرت یا احادیث مین لکھی گئی ہین کہین آپکو اس طرح کا ایثار نہ ملیگا جو ان حضرات نے دکھایا اور تمام عالم کو بتایا کہ مسلمان ایسا ہو جو خود بھوکھا رہے اور دوسرونکو کھلا دے اپنے بچے بھوکھے رہین۔ مگر دوسرون کے بچے سیر ہون۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ نے جو اپنے ایسے اولاد امجاد بحکم خدا چھوڑ دیا تو وہ کسی طرح مورد اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ آپ پر فرض تھا ایسے لوگون کو کچھ ایسی جائداد دے جائین جو مصرف صحیح مین صرف ہون کیونکہ آپکو یقیناً معلوم تھا ہمارے بعد کیا ہونیوالا ہے۔

(۵) غور فرمائیے خود رسول اللہ پر اسی فقر وفاقہ سے کیا گذر رہی تھی کہ جناب امیر

سے فرمایش کرتے ہین آج شبکو کھانا کھلاو۔ اور جناب امیرؑ پر کیا گذری کہ اس سوال کا جواب دیا جاے کیونکہ اس روایت مین یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت کو وحی ہوئی تھی کہ آج انھین کے مہمان ہو۔ تو کیا آپ خیال کر سکتے ہین کہ خدا کا کوئی فعل یا رسول کا کوئی فعل خلاف مصلحت ہوتا ہے حاشا وکلا ہرگز نہین۔ بلکہ یہ مصلحت تھی کہ آپ دکھائین مومن کی کیا شان ہے یوثرون علی انفسھم کی کیا حالت ہے کہ جناب امیرؑ جانتے ہین گھر مین کچھ نہین ہے۔ مگر جناب رسالتمآبؐ سے یہ نہین کہتے کہ ہمارے گھر تو آج کچھ نہین۔ بلکہ عرض کرتے ہین حباو کرامۃ تشریف لے چلئے۔

(۶) جناب رسالتمآبؐ تشریف لیجا کر دکھاتے ہین کہ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ پر اس طرح ایمان لایا جاتا ہے کہ چونکہ جناب سیدہؑ نے خدا پر توکل کر کے اپنے حال فقر و فاقہ سے جناب امیرؑ کو نہ مطلع کیا تھا اسلئے حضرت نے دکھا دیا کہ دیکھو یہ ہے توکل کا نتیجہ ہے کہ خدا نے اس طرح رزق مہیا کیا۔

(۷) جناب رسالتمآبؐ کو اوسکا بھی علم تھا جو جناب سیدہؑ سے پہلے بات چیت ہوئی تھی اسلئے آپکو معلوم تھا کہ جناب امیرؑ نے کیسی ایثار کی بے نظیر نظیر قائم کی کہ جو دینار قرض لیا تھا اوسکو آپنے مقداد کو دیدیا اسلئے حضرت نے فرمایا ھذا ثواب الدنیا وھذا جزاء الدنیا کہ یہ تو دنیا مین ثواب و جزا ملا اور ثواب آخرت کا تو اب ہی نہین۔

(۸) اگر جناب رسالتمآبؐ نہ تشریف لاتے اور تنہا جناب امیرؑ اگر یہ پیالہ یا دیگچی دیکھتے جو خدا نے بعوض اس ایثار و توکل کے دیا تھا۔ تو ممکن تھا یہ شبہہ پیدا ہوتا کہ جناب سیدہؑ نے خلاف واقع بیان کیا تھا جیسا کہ حدیث کی عبارت ہے۔ اسلئے خدا نے بذریعہ وحی حضرت کو حکم دیا کہ خانہ جناب سیدہؑ مین جاؤ تاکہ قدرت خدا کا تماشہ دیکھو اور اوس شبہہ کو دفع کرو جو جناب امیرؑ کے دلمین پیدا ہونیوالا ہے۔

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے جو خدا اس طرح احوال عباد پر ناظر رہتا ہے وہ بلا سبب اپنے رسول کو حکم دیتا ہے وات ذی القربی حقہ کہ ذوی القربی کے حق کو دیدو اور اوسکی حضرت نے یون تعمیل فرمائی۔ مگر افسوس آپکے خلیفہ اول نے محض بغض

وعناد سے وہ کام کیا جسپر آسمان وزمین ہمیشہ روئینگے۔

آپ فرماتے ہین "اگر جناب سیدہؑ مفلس اور قلاشہ محض بھی ہوتین تب بھی دربار بن نہ جاتین" مگر نہ معلوم یہان دربار آپ کہان سے لائے کیا یزید کا دربار تصور کیا ہے جہان جناب زینبؑ و ام کلثومؑ گرفتار ہوکر گئی تھین۔ یہان تو مسجد رسول اللہؐ ہے جو حضرتؐ کے مکان سے اسقدر متصل ہے کہ بغیر مسجد میں آئے آمد و رفت ہی نہین ممکن ہے پھر دربار کیسا حاکم کیسا وہ غاصب حق سے کہان سے آپ اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہین۔

یہ بھی بات نہ تھی کہ طلب حق کیلئے آپ اسکی ضرورت سمجھتی ہون کہ اگر مالدار ہو تو طلب کرے بلکہ یہ دفعہ کسی قانون ہین نہین ہے اگر قانون ہین نہ کسی گورنمنٹ کے قانون ہین۔

اور جب رسول اللہؐ کو اوس جائداد سے سیری نہوئی جو آپکو نازل ہوچکی تھی تو سیدہؑ کو کیون نہ ضرورت ہوتی حالانکہ آپ جانتی تھین۔ اس جائداد مین ہمارے لئے اوسیقدر حصہ ہے جتنا کہ اور فقراء مساکین کا حصہ ہے۔

آیت ستر اور آیۃ وقرن فی بیوتکن سے استدلال تو اور بھی طرفہ ماجرا ہے کہ جسکا الزام حضرت عائشہ پر تھا اوسکو آپ جناب سیدہؑ کیلئے لاتے ہین۔

اس استدلال کی اصلیت یہ ہے کہ اہلسنت اس روایت کو مخصوصات شیعہ سے سمجھتے ہین۔ اسلئے اسکو دروغ جانکر واستہزا و تمسخر کرتے ہین۔ حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ کتب اہلسنت مین اوسی طرح مذکور ہے جس طرح شیعون کے یہان۔ اگرچہ محدثین و مورخین متعصبین نے بہت کچھ چھپانا چاہا مگر جو امر واقعی ہو وہ کیونکر چھپ سکتا ہے دیکھئے تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۲۰

کہ منصور دوانیقی جو خلفائے بنی عباس کا دوسرا خلیفہ ہے محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؑ کو خط لکھا ہے واما قولکم انکم بنو رسول اللہ فان اللہ یقول ولکن ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکنکم بنو ابنتہ وانہا لقرابتہ قریبۃ و لکنہا لا یجوز لہا المیراث ولا تورث الولایۃ ولا یجوز لہا الامامۃ فکیف

تورث بها ولقد طلبها ابوك بكل وجه فاخرج فاطمة نهارا وصرضها سرا ودفنها ليلا فابى الناس الا الشيخين ـ صنہ

یعنی تم جو یہ کہتے ہو کہ تم فرزندان رسول اللہ سے ہو تو خداوند عالم قرآن مجید مین فرماتا ہے محمدؐ تملوگون کے مردون سے کسی کے باپ نہین ہین (مگر ابنا نا وابنا کم کو نہ یاد کیا) مگر تملوگ اونکی بیٹی کی اولاد سے ہو۔ اگرچہ یہ قرابت قریبہ ہے مگر نہ اوسکو لئے میراث ہے (اسکی زیادہ تفصیل اول سے ہوئی ورنہ قرآن مین للذکر مثل حظ الانثیین آجتک موجود ہی) نہ وہ وارث ولایت ہوتی ہے نہ امامت اوسکو مل سکتی ہے پھر کیونکر تم اس ذریعہ سے وارث ہو سکتے ہو حالانکہ تمھارے باپنے ہر وجہ سے اسکو طلب کیا آنحضرتؐ کو دان کو باہر نکالا اور شبکو اونکی بیمارداری کی اور دفن کیا بوقت شب مگر سب نے انکار کیا اور بجز شیخین نہ مانا۔

اور تاریخ طبری مین ہے صفحہ ۲۰۰ جلد ۳

واخذ طلبها ابوك بكل وجه فاخرجها نهارا وصرضها سرا ودفنها ليلا فابى الناس الا الشيخين۔

یعنی تمھارے باپ نے ہر وجہ سے خلافت کو طلب کیا آنحضرت فاطمہؑ کو دان کو نکالا اور شبکو اونکی بیمارداری کی اور وقت شب دفن کیا۔ مگر آدمیون نے بجز شیخین کسی کو نہ مانا۔

اب تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ہے جو نہ صرف روایت شیعہ سے ثابت ہی بلکہ روایات اہلسنت سے بھی ثابت ہے کہ جناب سیدہؑ نے اپنے طلب حق کیلئے انصار سے طلب نصرت کی مگر کسی نے مدد نہ کی اور ہر شخص کے یہان انصار سے تشریف لیگئین مگر کسی نے نصرت نہ کی۔

رہا یہ کہ آپنے حدیث اصول کافی صفحہ ۱۲۱ کا حوالہ دیکر لکھا کہ راستہ مین عمر سے مشت گریبان ہوین تو اوسکی حقیقت یہ ہے کہ اصول کافی مین ہے۔

محمد بن یحیی عن محمد بن الحسین عن محمد بن اسمعیل عن الجعفی عن

بی جعفر وابی عبداللہ فقالا ان فاطمہ لما کان من امرھم ما کان اخذت تلابیب عمر فجرتہ الیھا ثم قال اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان ادخل البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اسئلہ سرعۃ الاجابۃ ۔

یعنی جناب امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ان لوگون نے وہ ظلم و ستم کیا جو کیا تو جناب سیدہ نے عمر کا پکڑ کر لیا اور کھینچکر فرمایا کہ پسر خطاب اگر یہ بات نہوتی کہ ہم کراہت کرتے ہین اس سے کہ بے گناہ پر بلا نازل ہو تو تو دیکھتا کہ ہم قسم دیتے خدا کو اور وہ بہت جلد ہماری دعا کو قبول کرتا ۔

اب نہ معلوم اس حدیث مین کونسا جملہ ہے جسپر آپکو استہزا و تمسخر کا موقع ملا کیونکہ خود آپکے نجم ہدایہ ثالث نور العین ہے صہ ۱۴۳ جلد ۱

فاخذت بتلبیبہ لمتہ واخذت بتلبیبہ تلابیبہ اذا جمعت ثیابہ عند صدرہ ونحرہ شبہ جرمرتہ والتلبیب موضع القلادۃ واللبۃ موضع الدرع یعنی اخذت تلبیبہ وہان کہتے ہین کہ جب کسی کا کپڑہ جو وہ پہنے رہتا ہے اوسکو اوسکے سینہ اور گلے کے پاس جمع کرکے کھینچے تو کہتے ہین اخذت تلبیبہ

یہ ہے اصلیت اوس روایت کی جسپر آپنے اسقدر تمسخر کیا حالانکہ نہ گلہ پکڑنا ہے نہ گلہ دبانا بلکہ زیادہ سے زیادہ جو عمر پہنے تھے اوسکا کھینچنا ہے کہ عمر کا کپڑہ پکڑکر جناب سیدہ نے چھٹکا دیا ۔

اسمین نہ معلوم آپنے کون سی قباحت نکالی جسپر لکھا کہ " راسہ مین عمر سے مشت گریبان ہون " جو بالکل خلاف واقع ہے کیونکہ حدیث مین تو راستہ کا ذکر ہی نہین ۔ بلکہ حدیث کا فقرہ لما ان کان من امرھم ما کان جو صاف بتا رہا ہے کہ جس وقت غصب فدک ہوا اوسی وقت کا یہ واقعہ ہے اور یہ سبکو معلوم ہے کہ یہ ظلم خاص مسجد نبی مین ہوا تھا نہ راستہ مین نہ راہ مین نہ سڑک پر ۔

اور شرح ملا صالح مین ہے قولہ اخذت بتلابیب عمر ای التلابیب جمع التلبیب وھو ما تحت موضع اللب من ثیاب الرجل یقول اخذت تلبیبہا فلان اذا

جمعت ثوبہ الذی ھو لابسہ وقبضت علیہ بحجرہ وکان ذلک حین سرق علیہ کتابہ الذی کتبھا ابوبکر فی رد ھذہ الیھا بعد الکمال الحجۃ علیہ فاذاھا واذی الرسول بذلک لما رواہ مسلم عنہ ان فاطمہ یوذینی ما اذاھا وصار مصداقا لقولہ تعالیٰ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ الایۃ قال القرطبی بتاذیھا یتاذی النبیؐ واذایتہ لا تحل ولو بما تحل للانسان ان یفعلہ وھی فی ذلک بخلاف غیرھا فان فعل ما یجوز لہ فتاذی الغیر لم یحرم ص۲۵۱

یعنی تلابیب جمع تلبیب ہے اور یہ اوس موقع پر بولا جاتا ہے جب کسی کا کپڑہ سینہ کے پاس سے پکڑا جائے۔ اور یہ واقعہ اوس وقت کا ہے کہ جب عمر نے اوس نوشتہ کو چاک کر دیا تھا جسکو ابوبکر نے فدک کے متعلق لکھا تھا جبکہ وہ ہر طرح دلیل سے عاجز آچکے تھے۔ پس اس واقعہ سے جناب سیدہؑ کو ایذا ہوئی اور حضرت رسول اللہؐ کو۔ کیونکہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جو شخص فاطمہؑ کو ایذا دے اوسنے ہمکو ایذا دی اور وہ مصداق قول خدا ہوا ان الذین یوذون اللہ ورسولہ کہا قرطبی نے کہ جناب سیدہؑ کی ایذا سے رسول اللہؐ کو ایذا ہوتی ہے۔ اور حضرت کا ایذا دینا کسی طرح جائز نہین اگرچہ وہ ایذا کسی ایسے کام سے ہو کہ غیر کے واسطے جائز ہو۔ اور یہ مخصوصات جناب سیدہؑ سے ہے۔ بخلاف غیر کیونکہ وہان اگر ایسا کام کیا جائے جو جائز ہے اگرچہ دوسرے کو اوس سے ایذا پہونچے تو وہ حرام نہوگا۔

اس شرح سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اوس وقت کا ہے جبکہ عمر صاحب نے نوشتہ خلیفہ اول کو دریارہ واگذاشت فدک چاک کیا تھا۔ تو کیا ایسی حالت مین انسان کو غصہ آنا ناممکن ہے جو وہ ظالم کے کپڑہ کو جھٹکا دے۔

افسوس کہ آپنے دختر رحمۃ للعالمین کی اس شفقت و رافت کی قدر دانی نہ کی جو فرماتی ہین "کہ اگر ہم اسکو بکردہ نہ سمجھتے کہ ناکردہ گناہ ہو آیندہ تیری نسل سے ہونے والے ہین۔ تباہ ہون تو ہم تجھپر بددعا کرتے جسے خدا ضرور جلد قبول کرتا۔ بلکہ

اوسکے عوض آپکو یہ تعجب ہو رہا ہے کہ کیونکر جناب سیدہ نے عمر کے دامن کو جھٹکا دیا۔ آیئے اس روایت سے بھی انکار کر جائینگے کہ عمر نے وہ نوشتہ ابوبکر نہین چاک کیا ہے اسکی سند بھی اپنے ہی مذہب کی کتاب سیرۃ حلبیہ مین دیکھ لیجئے ص۳۳۳ جلد ۳

وفی کلام سبط ابن الجوزی انه رضی الله عنه کتب لها بفدك وجعل علیه عمر فقال ما هذا فقال کنت کتبته لفاطمه بمیراثها من ابیها فقال مما ذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتك العرب کما ترٰی فاخذ عمر الکتاب فشقه وقد جاء ان بعد موت فاطمه رضای وذلك بعد ستة اشهر من موته ۱۲ الا لیالی فلما قدم ارسل علی کرم الله وجهه وقد اجتمع علی وبنو هاشم الی ابی بکر وقالوا ائتنا ولا یات معك احد کراهة ان یحضر عمر لما علموا من شدته فخافوا ان ینضر لابی بکر فیتکلم بکلام یوحش قلوبهم ص۳۹۱

یعنی سبط ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے جناب سیدہ کیلئے ایک نوشتہ لکھدیا۔ اتنے مین عمر داخل ہوئے پوچھا یہ کیا ہے کہا نوشتہ ہے فاطمہ کیلئے کہ وہ اپنے باپ کی میراث پائین۔ عمر نے کہا پھر مسلمانون کو کہان سے دوگے حالانکہ عرب تمسے لڑ رہے ہین اسکے بعد عمر نے وہ نوشتہ لیا اور چاک کر دیا۔ بعد وفات جناب سیدہ یعنی آنحضرت کے انتقال کے چھ مہینہ بعد مگر چند روز حضرت علیؑ اور بنی ہاشم نے مجمع کیا اور ابوبکر کو بلا بھیجا کہ تنہا آوین۔ اس وجہ سے کہ وہ کراہت رکھتے تھے اس سے کہ عمر بھی حاضر ہون کیونکہ اون کی شدت دیکھ چکے تھے لہذا خوف تھا کہ اگر وہ بھی آجائینگے تو وہ ابوبکر کی ایسی حمایت کرینگے کہ ان لوگون کے دل اور بھی متوحش ہونگے

اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اوسی وقت کا ہے کہ جب ابوبکر نے وہ نوشتہ لکھا اور عمر نے جناب سیدہ کے ہاتھ سے لیکر چاک کیا۔ تو آپنے اونکا کپڑا پکڑ کر فرمایا اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ناکردہ گناہ بھی ہلاک ہو جائینگے تو ہم ایسی بددعا کرتے کہ تو اوسکا نتیجہ دیکھ لیتا۔ پھر کون ہے دنیا مین جو اسکو [illegible] تہذیب یا خلاف انسانیت کہے گا کیونکہ

یہ تو لوازم فطرت سے ہے اور اظہار حق کیلئے ضروری تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ ظلم عمر ایسا ناجائز تھا وہ اسپر مستحق بددعا تھا کہ ہلاک کیا جائے۔

سبحان اللہ کیا انصاف ہے کہ ظالم کی تو ایسی طرفداری کی جائے کہ اُسکا ہر فعل ناجائز جائز قرار پائے اور مظلوم جو اسپر عصہ کرے یا ناراضی کا اظہار وہ آپکے نزدیک معیوب اور خلاف تہذیب ہو۔

عمر صاحب کی یہ شدت اور سختی ایسی نہین ہے کہ کچھ اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ ایکدفعہ اسی طرح کا نوشتہ ابوبکر نے عیینہ بن حصن کیلئے بھی لکھا تھا تو عمر صاحب نے اوسکو تھوک سے مٹا دیا ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا صفحہ ۱۳۵

اسی کا نتیجہ تھا کہ ابوبکر صاحب اپنے داماد زبیر کیلئے ایک زمین کا نوشتہ لکھنے لگے اتنے مین عمر صاحب آگئے تو ابوبکر نے اوس نوشتہ کو فرش کے نیچے دبا دیا جیسا کہ کنز العمال مین ہے صفحہ ۱۸۹ جلد ۱

عن عروہ قال دخلت علی معاویہ فقال لی ما فعل المسلول قلت هو عندی قال انا واللہ خططته بیدی اقطع ابوبکر الزبیر فکنت اکتبها فجاء عمر فاخفی ابوبکر الکتاب فادخلنی تحتی الفراش فدخل عمر فقال کالمنکر علی حاجة فقال ابوبکر فعم فخرج فاخرج ابوبکر الکتاب فاقمته۔

یعنی عروہ کہتے ہین کہ ہم معاویہ کے یہان گئے تو معاویہ نے کہا مسلول کیا ہوا (نام ہے زمین کا) تو ہمنے کہا وہ ہمارے پاس ہے۔ معویہ نے کہا اوسکا کاغذ خود ہمنے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے جسکی یہ حالت تھی کہ ابوبکر اس معافی کو زبیر (داماد) کیلئے لکھوا رہے تھے اور ہم لکھتے تھے کہ اتنے مین عمر آئے تو ابوبکر نے اوس کاغذ کو لیکر فرش کے نیچے دبا دیا۔ عمر آئے تو پوچھا کچھ تخلیہ کی بات ہے ابوبکر نے کہا ہان تو عمر چلے گئے تب ابوبکر نے وہ کاغذ نکالا اور ہمنے اوسکو تمام کیا۔

پھر آپکو اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ عمر صاحب نے اوس نوشتہ کو چاک کر دیا جو ابوبکر صاحب نے جناب سیدہ کیلئے لکھدیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے ہین یہ خلافت اور یہ غصب فدک

کے بانی مبانی اصل مین خلیفہ دوم ہی ہین۔ جنھون نے ابوبکر کو ملہ بناکر آگے کھڑا کیا اور سب کچھ انکے نام سے کر ڈالا۔

افسوس ہے آپلوگونکو محض عداوت اہلبیت طاہرین نے ایسا اندھا اور بہرا کر دیا ہے کہ حمایت خلفائے ثلثہ مین اس طرح دن کو رات کر رہے ہین ورنہ اگر کچھ کتابین سیر و تواریخ کی آپ دیکھتے تو آپکو معلوم ہوتا کہ خلیفہ دوم نے مخصوصین جناب رسالتمآب سے کسی کو نہ چھوڑا جسپر ظلم و ستم نہ کیا ہو چنانچہ کنز العمال مین ہے ص ۱۹۱

جاء ہلال بن الحارث المزنی الی رسول اللہ ص فاستقطعہ ارضاً طویلۃ عریضۃ فلما ولی عمر قال لہلال انک استقطعت رسول اللہ ص ارضاً عریضۃ طویلۃ قطعہا وان رسول اللہ لم یکن یمنع شیئاً یسالہ فانک لا تطیق ما فی یدیک فقال اجل قال فانظر ما قویت علیہ منہا فامسکہ وما لا تطیق علیہ فادفعہ الینا نقسمہ بین المسلمین فقال لا افعل واللہ شیئ اقطعنیہ رسول اللہ فقال عمر واللہ لتفعلن فاخذ منہ ما عجز عن عمارتہ فقسمہ بین المسلمین ص ۱۹۱

یعنی ہلال بن حارث مزنی نے حضرت ص سے ایک طویل عریض زمین کی خواہش کی تو حضرت نے اوسکو معافی مین اوسکے دیدیا جب عمر خلیفہ ہوے تو ہلال سے کہا تو نے آنحضرت ص سے ایک طولانی اور عریض زمین حاصل کی ہے اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ کوئی کچھ مانگتا تو آپ منع نہ کرتے تیری یہ حالت ہے کہ پوری آراضی کو آباد نہین کر سکتا۔ لہذا جسقدر آباد کر سکتا ہے اوتنا رکھ لے اور باقی ہمکو دیدے کہ مسلمانون مین تقسیم کر دین اوسنے کہا واللہ ہم اوس مین سے کچھ نہ دینگے کیونکہ حضرت ص نے ہمکو معافی دیدیا ہے عمر نے کہا کرنا ہوگا آخر تھوڑا سا چھوڑ کر باقی سب لے لیا اور مسلمانون مین تقسیم کر دیا۔

یہ ہلال مدینہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ مزنیہ سے تھے رسول اللہ نے انکو وادی عقیق معافی مین دیا مگر عمر صاحب نے انکے پاس اوسکو نہ رہنے دیا حالانکہ وہ کہہ رہے

ستھے کہ یہ تو حضرت کا عطیہ تھا ہمکو معافی مین دے گئے ہین۔ مگر عمر صاحب اپنی خلافت وحکومت کے نشہ مین ایسا چور تھے کہ کچھ نہ سنا اور سے ہی لیا چنانچہ اوسی کنز العمال مین ہے ان عمر اقطع العقیق اجمع ص۱۹۱

کہ عمر نے پورے وادی عقیق کو دوسرے کی معافی مین دیدیا۔ تو پھر اسپر آپکو کیون تعجب ہوسکتا ہے کہ حق جناب سیدہ کو انھون نے غصب کیا۔ کیونکہ یہ تو دستور عالم ہے ہر شخص ہے مخالف پارٹی کو چاہتا ہے کہ اگر نابود نہو سکے تو اسے کمزور کردے کہ پھر اوس مین قوت مقاومت نرہے ورنہ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جو شخص تمامی ملک عرب عجم۔ روم مصر کا مالک مطلق ہو۔ وہ اراضی فدک کا محتاج ہو کہ بضعۃ الرسول کو اوس سے محروم کرے۔ مگر جو لوگ اصول سیاست سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ سیاست کا اصلی جزیہی ہے کہ اپنے مخالف کو کمزور رکھے کہ اوبھرنے کی قوت نہ رہے۔

قول پشاوری عقل سلیم ہرگز نہین مانتی کہ وہ مطہرہ جسنے رسول خدا کی پہلو عاطفت مین پرورش پائی ہو۔ آپکے اخلاق سے اسکی طینت صافیہ نے حصہ لیا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھون مین تربیت پائی ہو۔ جسکے گھر مین قرآن نازل ہوا ہو۔ خلاف داب عصمت وشرافت راستہ مین غیرون سے مشت وگریبان ہون یا دنیاوی فائدہ کیلئے عام کچہری مہاجر وانصار مین جاکر دعوی کرین۔ کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو روا رکھیگا کہ اس کی عورت کسی مشت وگریبان ہو۔ اور وہ گھر مین چھپکر بیٹھ رہے۔ جیساکہ باقر مجلسی شیعہ نے اپنی کتاب حق الیقین مین لکھا ہے۔

(خطاب ہائے غضب آمیز وورشت باسیدا وصیہا نمود) الخ اور حضرت زہرا حضرت علی مرتضی کو کہین کہ (مثل جہان درخانہ نشستہ) شرم۔ شرم۔ شرم اپنے باقر مجلسی کی تحریر کو دیکھو (حق الیقین ص۲۳۲) پر اور جواب دو۔

اقول مگر اسکو تو عقل سلیم مانتی ہے کہ اوسپر اسقدر ظلم ہو کہ وہ معصومہ فریاد کرے ؎

صبت علیّ مصائب لو انھا صبّت علی الایام صرن لیالیا

کہ مجھپر ایسے مصائب گذرے کہ اگر وہ مصیبتین دنون پر پڑتین۔ تو دن رات ہوجاتے

پس اگر عقل سلیم اسکو مانتی ہے تو ضرور اسکو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اوس مقصود سے جہانتک ہوسکے ان مصائب کے دفعیہ مین کوشش کرے۔

جناب سیدالشہدا روحی لہ الفدا نے جو اسقدر مصائب وآلام کو برداشت کی اوسکی ایک غرض یہ بھی تھی کہ منکرین کے انکار کی حقیقت کھل جائے اور معلوم ہوجائے کہ مخالفت احکام خدا ورسول کا یہی نتیجہ ہے کہ اوسکو خسران دنیا وآخرت نصیب ہوتا ہے۔

آپنے دکھا دیا کہ جس اجماع کو تم حق سمجھتے ہو اور اوسکے ذریعہ سے حکم خدا ورسول کو باطل کیا چاہتے ہو وہ اجماع ایسا ہی ہوتا ہے کہ بیشتر ضلالت پر ہوتا ہے جیساکہ خداوند عالم فرماتا ہے ولواتبع الحق اھوائھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن بل اتیناھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون سورہ مومنون

اگر حق اونکی خواہشون کی پیروی کرتا تو آسمان وزمین اور جو کچھ اوس مین ہے سب فاسد ہوجاتے۔ بلکہ ہمنے اونکو نصیحت پہونچادی اور وہ نصیحت سے اعراض کرنے والے ہین۔

جناب امام حسینؑ اگر تمام عالم کو یہ نہ بتلاتے کہ ہم فرزند رسول ہین جنابہ باریتعالی آنحضرت فرماگئے ہین سیدا شباب اہل الجنۃ کہ بہشت کے جوانون کے سردار ہین اور تمامی مسلمان اوسکے ساتھ ہین تو خود خلیفہ دوم کے بیٹے عبداللہ بن عمر اونکی خلافت کو جائز اور برحق سمجھتے تو کیونکر معلوم ہوتا اجماع باطل پر ہوتا ہے کیونکہ جو خلافت ابوبکر کو نظر نہیں کرتے جیسا اجماع ہوا اور خلافت کامیاب ہوئی لہذا جناب امام حسینؑ کے اس طرز عمل نے بتادیا کہ جیسا کہ اجماع باطل پر ہوا ویسا ہی اوسکا روز بھی ہوا تھا۔

اگر جناب سیدالشہدا اوس طریق سے اظہار حق نہ فرماتے تو جس طرح نفس خلافت جناب امیرؑ چھپا دیا گیا۔ واقعہ غصب فدک پر پردہ ڈالدیا گیا۔ زہرا نے امام حسنؑ سے انکار کیا گیا۔ اوسی طرح اس واقعہ شہادت امام حسینؑ بھی انکار کیا جاتا اور کہا جاتا

اور کہا جاتا ہے کہ عقل سلیم ہرگز نہین مانتی کہ وہ فرزند رسول جسکو آنحضرتؐ نے اپنے لعاب دہن سے پرورش کیا اور حسینؑ منی وانا من الحسینؑ فرمایا اوسکو مسلمانون نے جو رسول اللہ کے کلمہ گو تھے اس طرح قتل کر ڈالا ۔

جناب امام حسینؑ کے واقعہ شہادت نے اون سب اسرار کو آشکارا کر دیا جنکو آپکے سیرت خلفا مین چھپائے تھے کیونکہ جب علانیہ علی رؤس الاشہاد فرزند رسول اس طرح ذبح کر دیا گیا ۔ تو ظلم مخفی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے ۔

آپ فرماتے ہین (۱) کہ عقل سلیم ہرگز نہین مانتی وہ مطہرہ جسنے رسول خدا کے پہلو سے غذا پائی ہو پرورش پائی ہو ۔ اسمین پہلا ظلم یہ ہے کہ آپ صرف تربیت کی نسبت کہتے ہین حالانکہ آپکو کہنا چاہیے وہ بضعۃ الرسول پارہ جگر جسکی رضا کو آنحضرتؐ نے اپنی رضا فرمایا اور جسکے غضب کو اپنا غضب فرمایا ۔ پھر کیونکر آپ ایمان شیخین کے قائل ہو سکتے ہین کیونکہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لہم عذاب الیم ۔ اور ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا آج تک قرآن مین موجود ہے کہ جو لوگ ایذا دیتے ہین خدا و رسول کو ہو شک لعنت خدا ہے دنیا و آخرت مین یہی تو وجہ ہے کہ شیعہ بتعمیل حکم خدا و رسول اون ظالمون پر لعنت کرتے ہین ۔

(۲) آپ کے اخلاق سے اسکی طینت صافی نے حصہ لیا ہو"

بیشک جناب سیدہؑ اوسی نور سے پیدا ہوئین جو نور رسالتمآبؐ تھا اور وہی اخلاق حسنہ اور طینت صافیہ آپکو بھی ملا تھا جو جناب رسالتمآبؐ کو حاصل تھا اسی وجہ سے جس طرح جناب رسالتمآبؐ نے عمر کو بروز قبول اسلام جھکا دیا تھا کہ وہ اوسی دن پنجہ منہ کے بل آگرا ۔ اوسی طرح جناب سیدہؑ نے آج جھکا دیا تاکہ معلوم ہو ہم اوسی باپ کی بیٹی ہین جو اگرچہ مظلوم و ستم رسیدہ ہین ۔ مگر حقیقت کا وہی اثر ہے جو اوس روز تھا کہ جب تو تلوار لیکر میرے پدر بزرگوار کے قتل کو آیا اور حضرتؐ نے ایسا جھکا دیا کہ تو زمین پر گر پڑا دیکھو ص ۳۴۳ تحفہ خمیس جلد اول ۔

فخرج اليه رسول الله فاخذ بجامع ثيابه ثم نثره نثرة فما تمالك عمر ان وقع على ركبتيه فقال ما انت بمنته يا عمر فقال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده و رسوله

یعنی جب عمر کی آمد حضرت نے سنی تو آپ باہر آئے اور عمر کا کپڑہ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے بل گر پڑے اور فرمایا اے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جسپر عمر نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا۔

دیکھئے اوسی رسول کی یہ پارہ جگر نور نظر ہے جو اپنے پدر بزرگوار کی سیرت کو زندہ کر رہی ہے اور جس طرح حضرت نے لباس عمر کو پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔ اوسی طرح جناب سیدہ جھٹکا دیتی ہین فرق ہو تو اسقدر کہ رسول اللہ چونکہ مرد تھے لہذا جھٹکا دیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور جناب سیدہ چونکہ ذلیل نسوان ہین لہذا فرماتی ہین کہ اگر بیگناہون کی ہلاکت کا خوف نہوتا تو ضرور ہین بد دعا کرتی کہ تو ہلاک ہو جاتا۔

کہئے اب بھی آپ اسپر ایمان لائینگے یا نہین کہ جناب سیدہ درحقیقت بضعۃ الرسول تھین کہ وہی اثر دکھایا جو تعلیم و تربیت رسول کا تھا کہ کافر و منافق کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔

آپنے شاید تاریخ طبری مین یہ بھی واقعہ دیکھا ہوگا صفحہ ۳۳۲ جلد ۲

اذ طلع رسول الله فوثبوا اليه وثبة رجل واحد فاحاطوا به يقولون له انت الذى تقول كذا وكذا لما يبلغهم من عيب الهتهم ودينهم فيقول رسول الله نعم انا الذى اقول ذلك فلقد رايت رجلا منهم اخذ بمجمع ردائه قال وقام ابوبكر الصديق وانه ليقول وهو يبكى ويلكم اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله ثم انصرفوا عنه فان ذلك اشد ما رايت قريشا بلغت منه قط۔

یعنی حضرت پہلے روز جو خانہ کعبہ مین تشریف لائے تو باوصفیکہ سب آپکا تذکرہ بد ہی کر رہے تھے مگر آپکو دیکھکر ایسا مرعوب ہوئے کہ کچھ نہ بولے۔ دوسرے روز

اسی کا تذکرہ کر رہے تھے کہ کل حضرت اس طرح آئے اور کوئی نہ بولا کہ آج پھر حضرت تشریف لائے تو سب آپ پر ٹوٹ پڑے اور ایک شخص نے آپکے لباس کو پکڑ لیا۔ وہان ابوبکر کھڑے رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے ہمارا رب خدا ہے اسکے بعد وہ چلے گئے۔ یہ سب سے زیادہ سختی گذری ہے حضرت پر۔

اس سے آپکو معلوم ہو گیا کہ ابوبکر کا کام اس موقع پر صرف ٹرہیاؤن کی طرح رونا تھا اور کچھ نہین ہو سکا۔ اب تاریخ خمیس دیکھئے صفحہ ۳۲۰

عن عبداللہ انہ قال مارایت رسول اللہ م دعا علی قریش غیر یوم واحد فانہ بصق ورھط من قریش جلوس وسلا جزور قریب منہ فقالوا من یاخذ ھذا فیلقیہ علی ظھرہ فقال عقبہ بن معیط انا فاخذہ فالقاہ علی ظھرہ فلم یزل ساجدا حتی جاءت فاطمہ فالقتہ عن ظھرہ فقال رسول اللہ م اللھم علیک بالملاء من قریش اللھم علیک بعتبہ بن ربیعہ اللھم علیک بشیبہ بن ربیعہ اللھم علیک بابی جھل بن ھشام اللھم علیک بعقبہ بن ابی معیط اللھم علیک بابی بن خلف او امیہ بن خلف۔

یعنی کفار قریش نے حضرت پر کچھ نجاست ڈالی تھی (سلا جزور اوس جھلی کو کہتے ہین جس مین بچہ لپٹا ہوا پیدا ہوتا ہے) تو حضرت اوسی حالت سجدہ مین رہے۔ یہانتک کہ جناب سیدہ تشریف لائین اور حضرت کی پشت سے اوس نجاست کو دور کیا اور حضرت نے اون کفار پر بد دعا کی۔

تو کیا ان واقعات مین عصمت و شرافت جناب سیدہ جاتی رہی کہ ابوبکر دیکھتے رہے اور بجز رونے کے کچھ نہ بن پڑا۔ اور جناب سیدہ نے آکر اوس نجاست کو حضرت کی پشت مبارک سے دور کیا۔

اگر یہ امور آپکے غرور شرف کو بڑھانے والے ہین جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا تو سمجھنا چاہیئے کہ وہی مرحلہ یہان بھی پیش ہے کہ ایک ظالم سفاک اس طرح شریعت رسول کو

مٹا رہا ہے اور بیٹی کو ترکہ پدری سے محروم کر رہا ہے۔ پھر کیونکر جناب سیدہؑ کی شکوت کرتین اور نہ بناتین کہ تو اس قابل ہے کہ پھر بد دعا کی جائے کہ ابھی واصل جہنم ہو کیا کرون کہ ابھی بہت سے بیٹا و پیدا ہونے والے ہین جس سے ہم بد دعا نہین کرتے۔

غرض چونکہ اسلامی دنیا مین کسی کو یہ جرات نہین ہو سکتی کہ وہ کہے جناب رسالتمآبؐ نے خلاف داب عصمت و شرافت اور خلاف اخلاق کریم کام کیا کہ کفار کو ایسا جھڑکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ رہے۔ وسی طرح جناب سیدہؑ کی نسبت بھی نہین کہہ سکتا کہ حضرت کا یہ فعل کہ بباس عمر شکیت کر فرمایا کہ ہم بد دعا کرتے خلاف داب عصمت و شرافت ہے کیونکہ اولاد مین تو وہی خصلت ہونی چاہیئے جو والد کے باپ دادا مین ہو۔

(۳) خلاف داب عصمت و شرافت "راستہ مین غیر لوگون سے مشت و گریبان ہو" آپنے ہواداری خلفا مین یہ الفاظ محض عوام فریبی کیلئے لکھا ہے "راستہ مین مشت و گریبان ہوا" جو مجاورہ مین نہایت بدمعاش مین ہوا جاتا ہے کہ بدکار عورتین غیرون سے دست و گریبان ہوتی ہین۔ لہذا اسکی جزا تو آپکو جناب احدیت سے ملیگی کہ کس نیت اور کس ارادہ سے لکھا ہے۔ مگر واقعہ پہلے مذکور ہو چکا کہ نہ راستہ تھا نہ سڑک تھی۔ نہ روڈ۔ نہ اسٹریٹ۔ بلکہ مسجد رسولؐ تھی جو دروازہ جناب سیدہؑ پر واقع تھی کہ گھر سے نکلنا اور آنا جانا اوسکے بغیر ناممکن تھا۔ اوسی مسجد رسولؐ مین ابوبکر نے پہلے غضب فدک کیا۔ پھر نادم ہو کر اوسکے معافی کا کاغذ لکھا جسکو عمر نے چاک کیا اوسپر جناب سیدہؑ نے اوسکا ٹکڑہ پکڑ کہا کہ اگر خیال ہلاکت بے گناہ نہ ہوتا تو تجھپر ضرور بد دعا کرتی۔ اب آپکو اختیار ہے کہ اسکو خلاف داب عصمت فرمایئے یا خلاف داب شرافت۔

مگر اسکے ساتھ آپکو معیار شرافت بھی قایم کرنا ہوگا کہ وہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ افعال رسول اللہ صسے بھی ہو چکے ہین۔ پس اگر آنحضرتؐ کو شریف اور معصوم مانتے ہین تو جناب سیدہؑ کو بھی شریف و معصوم ماننا ہوگا۔

(۴) یا دنیاوی فائدہ کیلئے عام کچہری مہاجرین و انصار مین جاکر دعوی کرین"
یہ بہی اوسی قسم کی ایلہ فریب تقریر ہے۔ کیونکہ نہ بغرض دنیوی شئ تھا بلکہ بغرض ابقائے شریعت
تہا۔ نہ عام کچہری تھی مہاجرین و انصار کی۔ بلکہ مسجد رسول تھی۔ وہان بہی آپ پہلے نہین
گئین بلکہ جب ظالمون نے جاکر جناب امیرؑ کو طلب بیعت کے لئے پکڑنا چاہا تب جناب
سیدہ دروازہ پر آئی ہین اور فریاد کی ہے چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین
ہے صہ ۱۲

وان ابابکر قعد فی قوم تخلفوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجہہ فبعث
الیہم عمر فجاء فناداہم وہم فی دار علی فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب
وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن اولاحرقنہا علی من فیہا فقیل لہ
یا اباحفص ان فیہا فاطمۃ قال وان۔ فخرجوا فبایعوا الا علیا فانہ زعم انہ
قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبی علی عاتقی حتی اجمع القرآن فدخلت
فاطمۃ رض علی بابہا فقالت لا عہد لی بقوم حضر ملاکم منذ قبضت رسول
اللہ صجئنا بین ابیناء وقطعتم امر نا ونیتنا ما رووا ولم
تردوا الناحقنا۔

یعنی ابوبکر جب مسند خلافت پر بیٹہے تو اون لوگون کی جنہون نے شروع کی جنہون نے
بیعت نہین کی تہی تو حضرت علیؑ کے پاس عمر کو بہیجا انہون نے جاکر آواز دی۔ وہ
سب گھر مین حضرت علی کے پاس بیٹہے نکل آیا۔ اوس وقت عمر نے آگ لکڑی منگائی اور
کہا قسم ہوسکی جسکے قبضہ قدرت مین عمر کی جان ہے کہ یا تو گھر سے باہر نکلو ورنہ ہم گھر کو جلا دینگے
مع اون لوگون کے جو اوس مین ہین کسی نے کہا اے ابوحفص اس مین فاطمہ ہین؟ کہا
ہوا کرین۔ پس سب نکلے اور بیعت کی۔ مگر حضرت علیؑ نے کہ انہون نے قسم کہا یا
تہا جب تک قرآن کو جمع نہ کرلونگا نہ گھر سے باہر نکلونگا نہ ردا دوش پر ڈالونگا۔ اوس
وقت حضرت فاطمہ اپنے دروازہ پر کہڑی ہوئین اور کہا ہمکو نہین علم ہے کسی ایسی قوم
کا جو تمسے بدتر مقام پر حاضر ہوئی ہو کہ رسول اللہ کا جنازہ ہمارے سامنے چھوڑ کر چلے گئے

اور جا کر اپنے امر کا فیصلہ کر لیا جس مین نہ ہمسے مشورہ لیا نہ ہمارے حق کا خیال کیا۔
دیکھئے۔ اس مین کیا بیان ہے کہ اون لوگون نے سب کام کر لیا مگر نہ جناب امیرؑ بولے
نہ جناب سیدہ جب پکڑنے گئے ہین کہ بیعت کے لئے لائین اوس وقت جناب سیدہ
نے اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑی ہوکر فرمایا تمسے بدتر کوئی قوم آجتک نہوئی۔
کیا اسی کو آپ خلاف داب عصمت و شرافت فرما رہے ہین؟
اب دوسرا واقعہ اسکے بعد کا سنئے اوسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہے صـ۱۰

ثم قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃ فدقوا الباب فلما سمعت
اصواتھم نادت یا علی وابن ابی قحافۃ فلما سمع القوم صوتھا وبکاءھا
اضوفوا باکین وکادت قلوبھم تتصدع واکبادھم تتفطر وبقی عمر ومعہ
قوم فاخرجوا علیا فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل
فمہ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا ھو نضرب عنقک قال اذا تقتلون
عبد اللہ واخا رسولہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا
وابو بکر ساکت لا یتکلم فقال لہ عمر الا تامر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ
علی شئ ما کانت فاطمۃ الی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللہ ص یصیح
ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی صـ۱۱

یعنی جب عمر وہان سے واپس آئے اور حضرت علیؑ رہ گئے تو دوبارہ عمر کو ابوبکر نے
بھیجا اور وہ ایک جماعۃ کے ساتھ آئے اور دق الباب کیا جس وقت جناب سیدہ
نے اونکی آواز سنی باواز بلند فرمایا ہمکو پسر ابو قحافہ سے کیا کام۔
حضرت کی آواز اور رونا سنکر جتنے لوگ آئے تھے وہ سب روتے ہوئے پھر گئے اور
یہ حالت تھی کہ قریب تھا اونکا دل پھٹ جائے اور جگر ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جائے۔ مگر عمر اور
چند آدمی رہ گئے۔ اور باہر نکالا حضرت علیؑ کو اور پکڑ کر لے گئے ابوبکر کے پاس
اور کہا کہ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے کہا اگر نہ بیعت کرین تو کیا کروگے اونھون نے کہا
قسم خدا کی اس وقت ضرور تمکو قتل کر ڈالینگے۔ حضرت علیؑ نے کہا تو ایک بندہ خدا اور

برادر رسول کے تم قاتل ہوگے عمر نے کہا بندہ خدا تو بیشک مگر برادر رسول ہرگز نہین۔

ابوبکر اس وقت تک چپ ہین اب عمر نے کہا تم کیون اپنا حکم نہین دیتے۔ ابوبکر نے کہا جب تک حضرت فاطمہؑ اون کے پہلو مین زندہ ہین ہم اونکو مجبور نہین کرتے۔ حضرت علیؑ وہان سے اوٹھے اور قبر رسول پر روتے اور چلاتے ہوئے آئے اور کہا (ترجمہ آیہ) اے ماں کے تو نے ہمکو کمزور کرنا چاہا اور قریب تھا کہ قتل کر ڈالتی۔

یہ دوسرا واقعہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ابھی تک اپنے دو ملتمسون مین ہین جنکو دو مرتبہ کے ایک واقعہ اور لوگون کو پہچانے گئے۔ دوسری مرتبہ خود جناب امیرؑ کو تب جاکر جناب سیدہ باہر نکلی ہین کہ جناب امیرؑ کو چھوڑا یئن۔ تو کیا ہے کوئی دنیا مین جو کہے کہ اس مین کوئی فعل خلاف شرافت یا عصمت جناب سیدہ سے سرزد ہوا۔ کیا مظلوم کی امداد و غمخواری کا دفعیہ لازم نہین ہے۔

اہل اسلام یہان عموماً صحابہ کی ایمانی کمزوری اور خلیفہ دوم کی قوت ایمانی کا اچھی طرح فیصلہ کر سکتے ہین کہ جناب سیدہ کی آواز گریہ و بکا نے اون صحابہ پر تو یہ اثر کیا کہ وہ روتے ہوئے واپس گئے قریب تھا کہ دل اون کا پھٹ جائے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ مگر خلیفہ دوم کو وہ ایمانی قوت ملی تھی کہ ذرہ برابر نہ پسیجے اور اوسی طرح کھڑے رہے یہانتک کہ جناب امیرؑ کو پکڑ کر لے گئے۔ پھر کیا ممکن تھا کہ جناب سیدہ ایسے شخص سے وہ کلام نہ فرمائین کہ اگر بے گناہون کی ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ضرور تجھپر بددعا کرتے۔ قولہ

(۵) کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو روا رکھے کہ اوس کی عورت کسی سے مشت و گریبان ہو"

اقول گرچہ جن الفاظ سے آپ اپنا مطلب ادا کر رہے ہین اوسکو تو کوئی نہین گوارا کر سکتا مگر جو واقعہ پیش آیا اس مین تو کسی شریف کو شبہ نہین بلکہ وہ شریف ہو اور خدانخواستہ ایسی مصیبت مین مبتلا ہو عذر ہی نہین کہ اس سے بدتر کریگا۔ کیا آپکو واقعات

کربلا مین جناب زینبؑ و ام کلثومؑ کا وضع کرنا مین جانا نہین معلوم۔ کیا وہ مخدرات عصمت وطہارت دربار کوفہ وشام مین نہین گئین؟ کیا دنیا مین اون سے بڑھکر کوئی شریف ہوسکتا ہے؟

اگرچہ یہ صدمہ بھی رسول اللہ پر گذرا کہ جناب سیدہ اور جناب امیرؑ کیساتھ اس طرح کا ظلم وستم کیا گیا اور وہ بھی خود حضرت کی مسجد مین حضرت کی قبر کے سامنے مگر بعد وفات آنحضرتؐ بخلاف اسکے حضرت پر نبوت سے واقعات گذر چکے ہین جس مین حضرت نے اسی قسم کے حوصلہ وتحمل سے کام لیا تو حضرت کے نسبت بھی کیا آپکا یہ قول ہوگا کہ یہ کام میرے لئے دشوار ہے دیکھئے احوال حضرت زینب جنکو آپلوگ دختر رسول کہتے ہین وہ یہ ہین اوپر گذرا کہ ۸ھ کی تاریخ خمیس مین ہے ص۳۰۷ کہ جب حضرت زینب مدینہ کو چلی ہین تو ہبار بن اسد نے اونکے اونٹ پر نیزہ مارنا شروع کیا جس سے وہ ایسا بچہ گرپڑا اور اسقاط حمل ہوا اور خون جاری ہوا۔

کیون صاحب کوئی شخص اگر اپنی بیٹی کی اس طرح بے عزتی ہو کہ مجمع تمام مین اوسکو اسقاط حمل ہو اور وہ خون بہا رہی ہو تو وہ اسکو برداشت کرے اور نہ قتل کرے نہ قتل سے بلکہ جب قابو ملے فتح مکہ مین تو اوسکا اسلام قبول ہوجائے اور گناہ معاف کردیا جائے ملاحظہ ہو تاریخ خمیس جلد ۱ صہ ۴۰۲

کیا اس سے بڑھکر یہ بے غیرتی ہوئی جو آپ طعن کرتے ہین۔

اس سے بڑھکر سنئے کہ اسی تاریخ خمیس مین ہے ص۳۰۷

کان الاسلام فرق بین زینب وبین ابی العاص الا ان رسول اللہ لا یقدر ان یفرق بینهما وکان مغلوبا بحکم

یعنی اسلام جدائی ڈال رہا تھا درمیان زینب وابوالعاص کے اور اوس وقت تک کافر تھا مگر رسول اللہ کو بوجہ غلبہ اسلام کے اتنی قدرت نہ تھی کہ دونو کو جدا کرسکین۔

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد فرمائے تیرہ برس حضرت بعد نبوت مکہ معظمہ مین رہے اور راتی آنکھون سے یہ تماشا عیان کو دیکھتے رہے کہ ایک مرد کافر آپکی دختر سے...

کرتا ہے۔ مگر بوجہ مظلومیت نہ جتا سکے۔

تو اب انصاف سے کہئے جناب امیر اور بی بی صاحب سیدہ کا یہ فعل خلاف شان و آداب کنبہ

و سابقہ تھا کہ نہ دامن پکڑ کر بچہ کا دلانا اور سفارش کرنا اپنی بیٹی کو ایک

کافر کے قبضہ میں سے اور کچھ نہ کہہ سکنے اور اسکا اسقاط حمل ہوتا ہے۔ اور خلیفہ دوم

تو کبھی نہیں سمجھے کہ جا کر اوس کا گلا گھونٹ ڈالیں۔

آپ ایک دو اور موقع دیکھئے اور غیرت رسول کا اندازہ کیجئے کہ دل آپکا کب ہو جانتے

اصحاب میں سے علامہ شبلی

انہ دخل علی رسول اللہ بغیر اذن فقال لہ رسول اللہ وراءک فان الاذن

ما استاذنت علی احد من مضر وکانت عائشۃ رضی اللہ عنہا مع النبی جالسۃ فقال من

ھذہ الحمیرا فقال ام المومنین قال فلانۃ ابنۃ فلان لم تسئل عن اجمل منہا فقالت عائشۃ

من ھذا یا رسول اللہ قال ھذا احمق مطاع وھو علی ما ترین سید قومہ

قال ابو عمر کان عیینۃ یعد فی الجاھلیۃ من الجزارین یقود عشرۃ الاف

وتزوج عثمان بن عفان ابنتہ فدخل علیہ یوما فاغلظ لہ فقال عثمان لو

کان عمر ما اقدمت علیہ بھذا فقال ان عمر اعطانا فاغنانا واحسانا فاثقلنا۔

کہ عیینہ بن حصن نامی فزاری ایک ... خدمت رسول میں بلا اذن حاضر ہوا تو حضرت نے

پوچھا کہ تم نے اجازت کیوں نہ طلب کی۔ کہا کہ میں تو قبیلہ مضر کے کسی شخص سے بھی اجازت

نہیں لی۔ اوس وقت عائشہ حضرت کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ پوچھا یہ للو کون ہے حضرت نے

فرمایا یہ ام المومنین ہیں۔ اوسنے کہا کہئے تو ہم اپنی زوجہ سے بدل دیں جو اس سے بھی زیادہ

حسین ہے۔ حضرت عائشہ بہت غصہ ہوئیں اور پوچھا یہ کون ہے تو فرمایا یہ احمق ہے مگر اپنی

قوم کا سردار ہے جیسا کہ تو دیکھتی ہے۔

ابو عمر کہتے ہیں یہ شخص دس ہزار قوم کا سردار تھا۔ عثمان نے اسکی بیٹی سے عقد کیا تھا ایکروز

اسنے عثمان کو بہت سخت سست کہا اوسپر عثمان نے کہا اگر عمر اس مقام پر ہوتے تو اونکو ایسا

نہ کہتا۔ اوسنے کہا عمر نے تو ہمکو اسقدر دیا کہ غنی کر دیا۔

کیون مرزا نذر علی صاحب ایسی لگتی بات کہیے گا کیا کوئی شریف اسکو گوارا کرسکتا ہی کہ وہ اس طرح سے اوباش مکان کے اندر چلا آئے اور اوسکی پیاری زوجہ کی بابت ایسا کلمہ کہے اور وہ بھی چپ رہے بلکہ اور اوسکی تعریف کرے مگر رسول اللہ نے اسکو برداشت کیا حالانکہ حضرت اوس وقت مکہ مین تھے نہ مثل جناب ایسے مجبور و مختار و قتیکہ مدینہ مین شوکت حاصل کی کہ عمر سا جرنیل فوج موجود تھا جسنے آن کی آن مین روم و ایران کو تخت تاراج کر دیا پھر انصاف فرمایئے غیرت جناب رسالتمآب زیادہ تھی یا غیرت جناب امیر

آپلوگ اگر اس مین کسی طرح کی بے غیرتی معلوم ہو تو ہمارے لائق مخاطب مولوی عبدالشکور کا ترجمہ اسد الغابہ ۱۲ جلدی دیکھئے جسمین ما سے غیرت کے اوسنے اس عبارت ہی کو اوڑا دیا اور ترجمہ تک نہ کیا حالانکہ استیعاب مین موجود ہے۔

پھر عثمان صاحب کی غیرت کو دیکھئے کہ وہ جاکر اوسی کی لڑکی سے شادی کرتے ہین اور جب وہ کڑوی باتین سناتا ہے تو کہتے ہین اس طرح کی بات عمر سے تو نہ کرتے جسپر وہ بھی کیا دلچسپ جواب دیتا ہے کہ عمر نے تو ہمکو اتنا دیا ہم غنی ہوگئے

کیون صاحب کیا یہی انصاف ہے کہ عمر صاحب ایک کافر کو تو اسقدر دین کہ وہ مالدار ہوجائے اور بضعۃ الرسول کے ساتھ یہ سلوک ہو کہ وہ نان شبینہ کو محتاج ہو مگر جو ملا تھا وہ غصب کرلیا جائے۔

آپ تو کہدینگے وہ صحابی تھا لہذا اوسکے لئے سب جائز تھا مگر ہمارے لائق مخاطب اوڑیہ النجم کا ترجمہ اسد الغابہ دیکھ لیجئے وہ کیسے صحابی تھا لکھتے ہین۔

یہ اون لوگون مین سے تھے جو مرتد ہوکر طلیحہ اسدی کے تابع ہوگئے تھے اور اسکی طرف سے لڑتے تھے انھین لڑائیون مین یہ قید ہوکر حضرت ابوبکر کے پاس آئے مدینہ کے بچے انکو دیکھکر کہتے تھے کہ اے دشمن خدا تو ایمان لانیکے بعد کافر ہوگیا تو جواب دیتے تھے کہ مین تو اللہ پر ایک چشم زدن کے لئے بھی ایمان نہ لایا تھا۔ پھر اسکے بعد یہ اسلام لائے اور حضرت ابوبکر صدیق نے انکو رہا کردیا ص ۲۲۴

افسوس کہ حضرت ابوبکر کی اب کوئی بہن نہین باقی تھی ورنہ جس طرح اشعث بن قیس سے جو اسی طرح مرتد ہوا تھا اپنی بہن ام فروہ کو بیاہ دیا ایک ہمشیران کے بھی حوالہ کرتے۔

بہرحال اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ کبھی مسلمان نہین ہوا بلکہ ہمیشہ کافر و منافق ہی رہا مگر صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا دس ہزار فوج اسکے تابع تھی وسکی یہ عزت افزائی کی گئی نہ انکے دانت کھٹے کئے نہ انکی گردنین ماری بلکہ وہ بڑی زمین کی وقت تھا جو حضرت عمر نے اسکو عنایت کی اور وقت چلے جانے پر بھی عنایت سے سرفراز کیا یہ خود کہتا ہے کہ عمر نے مجھکو غنی کر دیا اور مال سے مالا مال کر دیا اوسکی بیٹی سے عقد کیا اگر یہ مسلمان ہوگا تو یہ دس ہزار کی فوج سے ہماری مدد کریگا۔ جس سے ناظرین اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ یہ لوگ کیسے مسلمان تھے۔

دیکھئے یہی عیینہ حضرت عمر کے سامنے کیا کہتا ہے اور وہی اسکے مخاطب ہیں انہی چیزون کو حضرت عمر کے پاس لے گئے تو انھون نے کہا اے ابن خطاب تم واللہ ہمکو کے ساتھ تقسیم نہین کرتے اور بخشش نہین کرتے یہ سنکر حضرت عمر کو غصہ آیا اور کچھ سزا دینے کا ارادہ کیا ۲۲۴

اگر کسی صحابی کی قسم کا اعتبار ہو سکتا ہے تو معلوم ہے صحابی کی قسم کیون نہین اعتبار کیا جاتا جو حضرت عمر کی غیر جانبداری پر قسم کھا رہا ہے شدید ایسا تھا جو پھر حضرت عمر نے اسکو اتنا دیا کہ وہ غنی ہو گیا اور اپنے دامان سے لپٹا لیا تو کیا عمر کا نام لیتے ہوا نھون نے تو اتنا دیا کہ ہم مالدار ہو گئے۔

اب اسکو کیا کہیئے کہ ایک منافق نامسلمان کیلئے تو حضرت عمر کا یہ طریقہ ہے اور ہمیشہ ان سے نرمی برتتے ہیں اور ہمیشہ الزام سخت سے سخت اور ناپاک سلوک ہے کہ حضرت ابوبکر پر فدک بھی لکھتے ہین تو یہ بلائے ناگہانی کی طرح پہونچکر سب کو چاٹ کر ڈالتے ہین۔ پھر اگر جناب سیدہ اون کا دامن پکڑکر بددعا کی دھمکی دیتی ہین تو آپ حضرات اوسکو خلاف ادب عصمت و شرافت قرار دیتے ہین۔ یا للعجب۔

جس ... رسول کی وہ پارۂ جگر تھین جنکے کنار عاطفت مین پرورش کا آپکو اقرار ہے
جس کی صینت صافیہ سے حصہ لینے کا آپکو اعتراف ہے۔ اوس رسول کو غور فرمائے
آپنے کس درجہ پر رکھا ہے اور اوسکی عصمت و شرافت کو کیا داغدار بنایا ہے۔ کہ صحیح
بخاری و صحیح مسلم و تمامی صحاح ستہ مین یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ کو کھڑے
ہوکر حبشیون کا ناچ دکھاتے تھے جسکے لئے بخاری نے ایک خاص باب باندھا ہے باب
نظر المراۃ الی الحبش ونحوھم مین غور طلب یہ کہ یہ باب اسکا ہے کہ عورت حبشی مردون
کی طرف نظر کرے بلا تین بدنظری۔ اور اس مین اسی حدیث کو لائے ہین کہ حضرت
کھڑے ہوکر عائشہ کو ناچ دکھاتے اور عباکا آڑ کرتے حضرت اسی طرح کھڑے رہتے یہان
تک کہ خود عائشہ ہی تھک دیکھتے۔ دیکھئے تحفہ جاتین جسپر سندی صاحب مجتبی لکھتے ہین
لو قال الی لعبھم او بعض افعالھم لکان اقرب وھو المراد بقولھا وانا انظر
الی الحبشۃ والحاصل الفرق بین ان تقصد النظر الی نفس الرجال و
بین ان تقصد الی بعض افعالھم واللہ تعالی اعلم ص۱۲۵ جلد ۳
یعنی اگر بخاری صاحب یہان بجاے نظر المراۃ الی الحبش ونحوھم یہ کہتے باب نظر
المراۃ الی لعب الرجال او بعض افعال الرجال تو اچھا ہوتا کیونکہ
دونون مین بہت فرق ہے خود مردون کی طرف دیکھنا یا اون کے افعال کی طرف
دیکھنا۔
مگر اس مجتبی کو یہ نہ معلوم تھا کہ حضرت بخاری آپ سے زیادہ واقف کار اور مزاج دان
حضرت عائشہ تھے وہ خوب سمجھتے تھے کہ عائشہ کا مقصود اصلی یہی تھا کہ حضرت حبشیون
کا تماشا دکھاتے تھے ورنہ اگر یہ مقصود ہوتا کہ بعض افعال رجال کا تماشا
دکھانا جائز تھا تو وہ اون روایتون کو لاتے جنمین حضرت عائشہ نے جنگی سوارون
کے کرتب کو دیکھا تھا۔
اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی باغیرت مسلمان اسکو گوارا کرسکتا ہے کہ خود اپنی بی بی کو
حبشیون کا ناچ دکھائے کہ جبتک وہ خود سیر نہو جائے نہ ہٹے۔

حالانکہ جتنے شرفا ہین وہ اگر ناچ رنگ کی صحبتین ہی قائم کرتے ہین تو زنانہ مکان سے علحدہ کہ مستورات اونکی ناچ و رنگ نہ دیکھ سکین۔ مگر رسول اللہ پر یہ اتہام لگایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسی شوخ شنگ عورت کو ناچ دکھا رہے ہین جو اپنے پرایون مین ایک خاص نظر سے دیکھی جاتی اور ہر شخص کو اسکا خیال تھا ۔ آج فتنہ ہے تو کل جا کے قیامت ہوگی۔

دیکھئے مسند امام احمد بن حنبل مین ہے صـ ۱۴۱

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یزید قال انا محمد بن عمر وعن ابیہ عن جدہ علقمہ بن وقاص قال اخبرتنی عائشہ قالت خرجت یوم الخندق اقفو اثار الناس قالت فسمعت وئیدا الارض وراءی یعنی حسّ الارض قالت فالتفت فاذا انا سعد بن معاذ ومعہ ابن اخیہ الحرث بن اوس یحمل مجنہ قالت فجلست الی الارض فمر سعد وعلیہ مدیرع من حدید قد خرجت منہا اطرافہ فانا اتخوف علی اطراف سعد قالت وکان سعد من اعظم الناس واطولہم قالت فمر وھو یرتجز ویقول ؎ لیت قلیلا یدرک الھیجا حمل ۔ ما احسن الموت اذا حان الاجل قالت فقمت فاقتحمت حدیقہ فاذا فیہا نفر من المسلمین واذا فیہم عمر بن الخطاب وفیہم رجل علیہ سبغۃ لہ یعنی مغفرا فقال عمر ما جاء بک لعمری واللہ انک لجریئۃ وما یومنک ان یکون بلاء او یکون خوز قالت فما زال یلومنی حتی تمنیت ان الارض انشقت لی ساعتئذ فدخلت فیہا قالت فزع الرجل السبعۃ عن وجہہ فاذا طلحہ بن عبید اللہ فقال یا عمر ویحک انک قد اکثرت منذ الیوم وما بین الحجر او الفرار الا الی اللہ عز وجل قالت ویرمی سعد رجل من المشرکین من قریش یقال لہ ابن العرقۃ بسہم لہ فقال لہ خذہا وانا ابن العرقۃ فاصاب اکحلہ فقطعہ فدعا اللہ عز وجل سعد فقال اللھم لا تمتنی حتی تقر عینی من قریظۃ قالت وکانوا حلفاءہ وموالیہ فی الجاھلیۃ قالت فرقی کلمہ وبعث اللہ عز وجل الریح علی المشرکین فکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا فلحق

ابوسفیان ومن معہ بتہامۃ ولحق عیینہ بن بدر ومن معہ بنجد ورجعت
بنو قریظۃ فتحصنوا فی صیاصیہم خلاصہ اس روایت ظریفہ وحکایت لطیفہ کا یہ ہے
کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ مین بروز خندق نکل کر آدمیون کے پیچھے چلی کہ اسی اثنا
مین مینے اپنے پیچھے سے زمین پر چلنے کی آواز سنی مینے مڑکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ سعد
بن معاذ اور اونکے ساتھ اونکے بھتیجے حرث بن اوس ایک سپر لئے چلے آتے ہین
یہ دیکھکر مین زمین پر بیٹھ گئی اور سعد اس طرح سے گذرے کہ ایک ایسی زرہ پہنے
تھے کہ اونکے اطراف بدن اوس سے نمایان تھے مجھے اونکے اطراف بدن کی بہ
نسبت خوف ہوا اور سعد بڑے جسم کے اور بلند قد تھے وہ اس طرح گذرے کہ یہ
رجز پڑھتے جاتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ تھوڑا توقف کر کہ حمل لڑائی کو آکر پالیگا کیا
اچھی چیز ہے موت جب اجل قریب آجائے جب سعد گذر گئے تو مین ایک باغ مین
چلی گئی مینے دیکھا کہ اوس باغ مین چند لوگ اہل اسلام سے موجود ہین اور اون مین
حضرت عمر بن خطاب بھی ہین اور ایک اور شخص ہے جو مغفر رکھے ہوے ہے عمر نے
مجھسے کہا کہ تو یہان کیون آئی قسم ہے اپنی جان کی اور قسم ہے خدا کی کہ تو بڑی جری
ہے اور کیا اطمینان ہے تجکو اس امر سے کہ کوئی بلا نازل ہو یا ہم سب یہان سے سمٹ کر
چلے جائین حضرت عائشہ کہتی ہین کہ حضرت عمر نے مجکو اسقدر ملامت کی کہ مجھے آرزو
ہوئی کہ کاش اوس وقت زمین شق ہو جاتی اور مین اوس مین سما جاتی کہ اسی اثنا
مین وہ شخص جو مغفر رکھے ہوئے تھا اوسنے مغفر اپنے منہ سے اوٹھا لیا ناگاہ معلوم ہوا کہ
وہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ ہین اونھون نے حضرت عمر سے کہا کہ وائے ہو تجھپر اے عمر
تو نے آج بشرت کلام کیا ہم سمٹ کر یا بھاگ کر کہان جائینگے سوائے خدا کی طرف حضرت
عائشہ کہتی ہین کہ اسی اثنا مین سعد کو ایک شخص نے مشرکین سے جسکو ابن العرقہ کہتے
تھے ایک تیر مارا اور کہا کہ لو اسکو اور مین ابن العرقہ ہون وہ تیر سعد کی رگ اکحل پر
پر پڑا اور اوسکو قطع کر ڈالا اونہون نے قریظہ پر دعاے بد کی اور وہ اونکے ہم عہد
تھے جاہلیت مین اور اپنے زخم پر افسون پڑھا اور خدا نے ہوا کو بھیجا مشرکین پر اور

کفایت کی خدا نے قتال کی مومنین سے اور خدا قوی عزیز ہے پس ابوسفیان اپنے ساتھیون کے ساتھ تہامہ چلا گیا اور عیینہ بن بدر اپنے ہمراہیون کے ساتھ نجد چلا گیا اور بنی قریظہ اپنے قلعون مین پناہ گزین ہوے تا آخر حدیث۔

غور کا مقام ہے کہ شش ہجری کے ماہ شعبان مین یہ قصہ ہو چکا ہے کہ عائشہ ایک سپاہی ہے جسکا نام صفوان تھا کس درجہ متہم ہو چکی ہین کہ تمام مدینہ مین یہ خبر عام تھی کہ عورتی ایسا نہ تھا جو اس وجہ سے خود رسول اللہ پر شک نہ کرتا ہو۔ اور ابوبکر منہ چھپائے پھرتے ہون کہ اسی رشتہ کے ماہ شوال مین حضرت عائشہ یہ بہادری دکھائین اور ایسی اوچھل کود لگائین کہ عمر صاحب کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ تو بڑی بے باک لڑکی ہے۔

کیا ہے دنیا مین کوئی عورت کہ جسپر اتنا بڑا اتہام لگایا جائے وہ مہینہ ہی بھر بعد یہ کام کرے کہ جہان بڑے بڑے سپاہیون کے اوسان خطا ہوتے ہین وہان اس بیباکی سے وہ ٹہلنے جائے۔ پھر اوس سے بڑھکر کیا تعجب ہے۔ اسی کی طرف تو حضرت عمر نے اشارہ کیا ہوا ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار آدمی تھے۔ اور عورتون کے مکائد سے خوب واقف کہ واللہ انک لجریئة وما یومنک ان یکون بلاء او یکون خوز قتم خدا کی تو بڑی جری ہے اور کیا اطمینان ہے تجھکو اس امر سے کہ کوئی بلا نازل ہو یا ہم سب یہان سے صدف کر چلے جائین۔

کیونکہ جملہ ان یکون بلاء بڑا حاوی جملہ ہے جس مین ہر طرح کی بلاؤن کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ جو ایک بلا غ پھاند کر گئی ہین۔ یہ سمجھ کر تو گئی ہونگی کہ یہان مسلمان ہونگے کیونکہ کفار کا ذرہ خیال ہوتا کہ کہین مسلمان دیکھ نہ لین جو آنحضرت سے کہہ دین لہذا ضرور اس کا خیال سے گئی تھی کہ یہان کفار کا پڑاؤ ہوگا۔ وہ ہمکو کیا جانین کہ ہم کون ہین۔

بہرحال جہان حضرت عائشہ کی بہادری ثابت ہوئی کہ عمر صاحب انک لجریئة فرمایا

وہان عمر صاحب کی بہادری بھی ایک اعلیٰ پیمانہ پر ثابت ہوئی کہ عائشہ کو سمجھاتے ہین
سبحھے کیا معلوم ہم سمٹ کر چلے جائین جسکے دیکھی مطلب تو یہ ہے کہ حضرت عمر اپنی دور
اندیشی دکھا رہے ہین کہ کیا معلوم ہم کہان جائین ۔ یعنی لڑائی مین بھاگنا ہو تو تم کیا
ہوگی ۔

سبحان اللہ حضرت عائشہ مین تو یہ جرات اور بہادری ہو کہ وہ تن تنہا سپہ
کنان لشکر مخالف مین چلی جائین ۔ اور عمر صاحب یون سمجھائین کہ بیٹی تمھین کیا معلوم
ہمکو کہان بھاگنا پڑیگا ۔ دیکھین تفاوت رہ از کجا تا بہ کجا ۔

نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ آخر طلحہ کو طاقت ضبط نہ رہی اور بول پڑے کہ واسطے ہو تمھیں کسقدر
کلام کیا تو نے ہم سمٹکر کہان جائینگے اور کہان بھاگ کر جائینگے بیشرخدا ۔

اس سے جہان طلحہ اور عمر کے خیالات مین فرق نمایان ہوا کہ عمر صاحب تو بھاگنے کا ذرا مادھا
ہی نہین ۔ وہان طلحہ بتا رہے ہین کہ ہم لوگ کہان بھاگ کر جا سکتے ہین ۔ خواہ اس
وجہ سے کہ بہ نسبت عمر ان مین شجاعت تھی خواہ اسوجہ سے کہ اگر پہلے بھاگتے تو بھاگتے
اب عائشہ کو دیکھکر کیونکر بھاگ سکتے ہین ۔

اب اگر کوئی اس واقعہ کو اون واقعات سے ملائے جو حضرت عائشہ اور طلحہ کے
درمیانی تعلقات کی بابت آپکے مفسرین نے آیہ وما کان لکم ان توذوا رسول
اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ کی تفسیر مین لکھے ہین تو کیا حضرت عائشہ کی
عفت یا پاکدامنی مین کچھ فرق نہین آسکتا ہے ہرگز نہین ہرگز نہین بلکہ ہمین سے یہ عقدہ
بھی حل ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ کو بعد آنحضرت کے طلحہ و زبیر کے ساتھ تنہا رہ جانے
اور جنگ جمل برپا کرنے مین کیا کیا راز ہائے خفی موجود تھے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے
کہ کیا کیا تمہیدین اسکی سابق سے ہو چکی تھین اور کیونکر حضرت عائشہ عہد آنحضرت
سے گھر سے بے اذن نکل پانیکی عادی تھین اور میدان جنگ اور اوسکے حالات
و واقعات سے کیسی دلچسپی رکھتی تھین اور غیر مردون سے اونکی معاشرت کے کیا کیا
طریقے اور اونکو ایسے مردون سے کیسے کیسے تعلقات تھے اور جنگ جمل مین جو

واقعات گذرے وہ تو اظہر من الشمس و ابین من الامس ہین اور اون سے جسقدر امور خفیہ ظاہر ہوتے اور جو جو پردے فاش ہوتے ہین اون کی توضیح و تصریح کی ضرورت نہین - ۱۲

اب جو محشی بخاری نے فرق نکالا تھا کہ خود مردون کی طرف قصداً دیکھنا اور چیز ہے اور اونکے بعض افعال کی طرف نظر کرنا اور چیز ہے تو وہ بتائین بنگ خندق جو حضرت عائشہ باغ پھاند کر آئی تھین تو کس غرض سے نفس رجال پر نظر کرنے یا افعال رجال کو دیکھنے -

اب میان پشاوری غور کرین کہ جناب سیدہ کا اوس حالت مظلومی و بیچارگی مین کہ عمر نے اوس دستاویز کو ہی چاک کر دیا جو ابوبکر نے لکھی تھا - تو جناب سیدہ نے اوسکے دامن کو جھٹکا دیا اور فرمایا کہ اگر بیگناہون کی ہلاکت کا خوف نہوتا تو ہم تجھپر بددعا کرتے - یہ زیادہ بے غیرتی کی بات ہے - یا رسول کا یہ کام کہ ایسی عورت کو گھر مین رکھے ہوے ہین جسکے یہ افعال ہین - کیونکہ یہ تو ممکن نہین حضرت کو اسکی خبر نہوئی ہو جسپر سکوت ہی کیا اب بتائے کون زیادہ باغیرت ہے یا بے غیرت -

چونکہ اس واقعہ کو اکثر مخالفین نے نہایت شد و مد سے لکھا ہے اور انواع و اقسام کا استہزا کیا ہے جس سے اکثر مومنین کے دل زخمی ہوتے ہین لہذا ہم دو چار واقعہ اور ایسا لکھتے ہین جس سے معلوم ہوا ہلسنت نے کیسی کیسی غیرت و حیا کو خود آنحضرت کیلئے نکالا ہے - کیا کوئی مسلمان اسکو قبول کر سکتا ہے خواہ وہ شریف ہو یا غیر شریف -

ایک لطیف واقعہ ہم رسالہ ارسال المحاصب سے نقل کرتے ہین جسمین اس واقعہ کو نہایت لطیف پیرایہ مین لکھا ہے وہ ہذا -

"اور لطف لطائف یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست خاص الخاص مین ایک عجیب و غریب مکالمہ و مناظرہ فرمایا جسکے باریک لطائف سے کمتر فہم آشنا ہو سکتا ہے اور جسکی تہ تک پہونچنا اونکے اتباع و اشیاع کو بیحد لطف آتا ہے حضرت بخاری اپنی صحیح مین لکھتے ہین حدثنا اسمعیل

بن عبد اللہ قال حدثنی اخی عن سلیمان عن ہشام بن عروہ عن ابیہ
عن عائشہ قالت قلت یارسول اللہ ارایت لو نزلت وادیا وفیہ شجر
قد اکل منہا ووجدت شجرۃ لم یوکل منہا فی ایہا کنت ترتع بعیرک قال
فی الذی لم یرتع منہا یعنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم
یتزوج بکرا غیرہا۔ خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ عروہ بن الزبیر سے
بیان فرماتی ہین کہ مینے ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ کسی
وادی مین نزول اجلال فرمائین اور اوس وادی مین چند درخت ایسے ہون
جن مین سے اور اونٹون نے پتے کھائے ہون اور وہان آپ ایک درخت
ایسا پائین کہ اوس مین سے کسی اونٹ نے کچھ نہ کھایا ہو تو آپ اپنے اونٹ کو کس
درخت سے چرنے کیلئے چھوڑینگا آنحضرت نے جواب دیا کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی
درخت سے چرنے کیلئے چھوڑونگا جس مین سے کسی اونٹ نے کچھ نہ کھایا ہو مینے کہا
یارسول اللہ مین ہی وہ درخت ہون عروہ بن الزبیر کہتے ہین کہ مراد حضرت عائشہ
کی یہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ازواج مین سوائے حضرت عائشہ کے دوسری عورت
بکر نہ تھی اسے حضرت مخاطب سنا آپنے کہ جناب عائشہ نے اس مکالمہ لطیفہ ومناظرہ
خفیفہ مین آنحضرت صلعم سے کیا پر لطف تقریر کی اور کس طرح آنحضرت کو اپنے بکر ہونے کی
طرف توجہ دلاکر اپنے ہی طرف ترغیب دی ہے اور کیا کیا لطیف
تشبیہین اپنے لئے اور دیگر ازواج کیلئے اور آنحضرت کیلئے تراشے ہین اور کس طرح
آنحضرت کو خود آنحضرت کے اقرار کے بموجب اپنے ہی مجامعت پر مجبور کیا ہے اگر اس کے
لطائف اور تشبیہات آپکی سمجھ مین نہ آئے ہون تو ہم آپکو سمجھائے دیتے ہین ذرا متوجہ
ہوکر گوش دل سے سنیئے دیکھئے اس مکالمہ اور مناظرہ مین حضرت عائشہ نے دولت سرائے
نبوی کو جسمین حجرات ازواج اپنے ہوے رہتے ایک وادی سے تشبیہ دی ہے اور
ہر ہر زوجہ کو ایک ایک شجر سے تشبیہ دی ہے اور سوا اپنے دیگر ازواج کو بسبب اسکے
کہ وہ نعمات سے تھین اور تصرف مین اور شوہرون کے آچکی تھین ایسے درختون سے

مشابہ کیا ہے جن مین سے کچھ لوگون کے اونٹ پتے کھا چکے ہون اور اپنی تئین بسبب بکر ہونے کے ایسے درخت سے مشابہ کیا ہے جسمین سے کسی کے اونٹ نے کوئی پتا نہ کھایا ہو اور بوجہ ابوبکر کی بیٹی ہونے کے غضب یہ کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے عضو خاص کو چرنے والے اونٹ سے تشبیہ دی ہے اور اسی کے ضمن مین اپنے مقام مخصوص کو ہری بھری شاخ درخت سے تشبیہ دی ہے اور آنحضرت سے دریافت کیا ہے کہ اگر آپ کھائے ہوے درختون کے علاوہ ایک ایسا درخت پائین جو نہ کھایا ہوا ہو تو اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائینگا اور جب آنحضرتؐ نے یہ جواب دیا کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چراؤنگا جو کھایا ہوا نہو تو کس اد: سے فرمایا کہ یا رسول اللہ مین ہی وہ درخت ہون مراد یہ تھی کہ آپ فرما چکے ہین کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چراؤنگا جو کھایا ہوا نہو اب آپ جواب دیجئے کہ آپکی مادر گرامی نے فرط شوق مقاربت مین آنحضرت سے کسی عمدہ تقریر کی ہے اور کس طرح آنحضرت کو مجبور کیا ہے کہ صرف اونھین کی مقاربت مین ہمیشہ مشغول رہین اور کسی اور بی بی کی طرف متوجہ نہون اور محض اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ مقام فخر مین یہ سارا مکالمہ و مناظرہ عروہ بن الزبیر سے بیان ہی کر دیا جسکی وجہ سے یہ امر شایع و ذایع ہو گیا اور اعصار متاخرہ تک اسکی روایت باقی رہی اور آپکے علما کو موقع ملا کہ اس واقعہ سے مشروعیت ضرب المثل و تشبیہ پر استدلال کرین اور حضرت عائشہ کی بلاغت اور اونکی حسن ثانی کو امور مین ظاہر فرمائین چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری مین اس روایت کی شرح مین یون رقم فرماتے ہین وفی ھذا الحدیث مشروعیۃ ضرب المثل و تشبیہ مشکل

موصوف بصفة بمثله مستوب الصفة وفیہ بلاغة عائشة وحسن
تاتیہا فی الامور یعنی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضرب مثل جائز ہے اور ایک
شی کو جو موصوف ایک صفت کے ساتھ ہو اوسکی مثل سے جسمین وہ صفت ہو تشبیہ
دیسکتے ہین اور اس حدیث سے بلاغت عائشہ کی اور حسن تانی یعنی نرمی اور سہولت
سے کام لینا اون کا امور مین ظاہر ہوتا ہے بالجملہ حضرت عائشہ نے اس واقعہ کے بیان سے
اپنی خوب ہی فضیلت ظاہر کی جس سے اونکے ابتاع واتباع کو تو یہ موقع ملا کہ اونکی
بلاغت کو ظاہر کرین اور یہ بتائین کہ وہ سہولت سے کام نکالنے کی ترکیبین خوب
جانتی تھین اور ہمکو اسکا محل ہوا کہ ہم اس واقعہ سے اپنے مخاطب کو مطلع کر کے
اون کی مادر گرامی کی رغبات نفسانی وجذبات شہوانی کا نمونہ دکھائین۔
میان پشاوری بتاؤ کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ وہ
رسول اللہ سے اس طرح کی تقریر مجمع عام مین کرے اور پھر آنحضرت ایسی عورت
کو گھر مین رہنے دین چہ جائیکہ اوس سے خوش ہون اور وہ سب سے زیادہ محبوبہ
ومعشوقہ ہو۔

آپ اگر خود واقعہ عقد عائشہ کو خیال کرینگے تو آپکو معلوم ہوگا اس درجہ کی
چابکدستی سے اس مین کام لیا گیا ہے کہ دنیا مین جتنے ارذال ہین وہ اس واقعہ
کو سنکر گردن جھکا لینگے اور پھر کسی شریف کے مقابلہ مین گردن نہ اوٹھا سکینگے ازالۃ
الخفا مین ہے۔ ہمت ۱۱ مقصد دوم
واز انجملہ آنست کہ چون خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفی شد حضرت صدیق حضرت عائشہ
را در عقد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آورد و در آن باب ادبی کہ بہتر از ان صورت
نبندد در روایت نسوی عن حبیب مولی عروۃ قال لما ماتت خدیجہ حزن
علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ ابوبکر بعائشۃ فقال یارسول اللہ
ھذہ تذھب ببعض حزنک وان فی ھذہ خلفا من خدیجۃ تشم
سرورھا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یختلف الی ابی بکر الحدیث

اخرجه الحاکم وعن عائشة قالت قدمت المدينة فنكرت نقصة الى ان
قالت قال ابو بكر يا رسول الله ما يمنعك ان تتخذ يا هنيئا فقال رسول
الله على رسلك فاني ارجو ان يكون لي عشر وقيه ونش فبعث بنت رسول الله
صلعم الينا وبنى بي رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي هذا الذي
انا فيه اخرجه الحاكم ابو عمر في الاستيعاب منذ اے حضرت مخاطب
ذرا غور فرمایئے کہ آیا کسی شخص باحیا سے ہو سکتا ہے کہ بی بی عائشہ کو کسی غیر مرد کے
سامنے لائے اور یہ کہے کہ اگر آپکی زوجیت میں ہیں تو کچھ غم نہ کیجئے یہ لیجئے
آپ کے ہو چکے یہ اپنے خون وغلام کو دیدی اور آپ کی زوجیت
کے قائم مقام ہوئی اور بالاتر اس سے یہ ہے کہ جب اوس لڑکی کا عقد اوس مرد سے
ہو جائے اور وہ طالب رخصت اوس لڑکی کا ہو تو صاحب دختر خود آکر دریافت
کرے کہ کیوں آپ اپنی زوجہ کے ہمراہ نہیں ہوتے اور اگر وہ عذر کرے کہ میرے
پاس ابھی مہر نہیں ہے تو یہ صاحب دختر خود اوسکا مہر اوسکو دیکر اپنی دختر کے ساتھ
ہمبستری کے سامان فراہم کرتے سبحان الله عما یصفون کجا ایں کار از تو آید و مردان چنین کنند
گزرا یہ نہ سمجھے کہ حضرت سے مناقضہ ہوئی اور بہرت کیوں نہ کی کیونکہ مہر وغیرہ تو خود
میں ابوبکر نے نہ دیا اپنے ہی حضرت سے مخاطب ہوئے چنانچہ مدارج النبوۃ میں ہے

جلد ۲ صفحہ ۱۷

و مروی است از حضرت عائشہ رضی الله عنها کہ گفت چون با مدینہ آمدیم پدر من ابوبکر صدیق
در محلہ سنح بر حبیب بن یساف یا برخارجہ بن زید فرود آمد روزی آنحضرت بمنزل آمد و
نزد آنحضرت جمعی از مردان و زنان انصار گرد آمدند تا در من گرفتند و مرا شانہ
کرد و فرق نہاد و روی من بشست و مرا میکشید تا بدر خانہ کہ آنحضرت صلی الله
علیہ وسلم میبود و بایستاد مادر من بر من تنگ آمد پس لحظہ توقف کرد تسکین و آرامی
در من پیدا شد پس در آوردن ش خانہ دیدم کہ آنحضرت بر سریر نشستہ است مادر من
مرا بدو در کنار آنحضرت نشاند گفت یا رسول الله اینان اہل تست خدا بقائے

برگشت گناہ دروی از برای تو ویرگت کناد و رتواز برای وی پس مردم از خانہ بیرون رفتند وحضرت بمن زفاف کرد و بہیچ شربتِ و گوسفندی نکشتند وطعام عروسی کہ آنرا ولیمہ گویند کاسہ شیر بود کہ از خانہ سعد بن عبادہ آمدہ بود و من در آنروز نہ سالہ بودم واز اسماء بنت عمیس مرویست کہ شب من در روز زفاف عائشہ موجود بودم واللہ کہ در آن روز ہیچ طعام ولیمہ حاضر نبود الا قدح شیری کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مقداری از آن تناول فرمود بعد ازان بعائشہ داد وی شرم داشت کہ باز گرداند و من گفتم دست پیغمبر را دندان و دستان پر بشرم تمام آنرا گرفت و مقداری ازان باشامید۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے حضرت اس تہیہ سے تشریف لائے تھے نہ کسی طرح کی بات چیت تھی بلکہ آپ محلہ سنح میں جو انصار کا محلہ تھا اور ابوبکر صاحب وہیں اقامت پذیر تھے۔ وہاں حضرت تشریف لائے ہیں مرد اور زنان انصار سے بات چیت کر رہے ہیں کہ مادر عائشہ نے بناؤ سنگھار کرکے دوپہر کے وقت حضرت کی گود میں لاکر بٹھا دیا۔ پھر بتاؤ ایسے وقت میں کون سا مرد ضبط کر سکتا ہے۔

ان واقعات سے تم جو نتیجہ نکالو لیکن حضرت کو محبت تھی یا مجبوری۔

آپکو اور ہمکو بھی حضرت ام المومنین حفصہ سے بھی تو بروز قیامت سامنا کرنا ہے اونکے نسبت بھی جو غیرت آمیز کارروائیاں آپنے یا آپکے دوم نے کی ہے اوسکو بھی تو سن لیجئے کہ معلوم ہو آپکے خلفا کیسے با غیرت اور با حمیت تھے اور خلیفہ دوم کا درجہ اول سے کسی طرح کم نہیں بلکہ دس گز زیادہ ہے بخاری صاحب اپنی صحیح میں لکھتے ہیں۔

باب عرض الانسان ابنته او اخته علی اهل الخیر حدثنا عبد العزیز بن عبد الله حدثنا ابراهیم بن سعد عن صالح بن کیسان عن ابن شهاب قال اخبرنی سالم بن عبد الله انه سمع عبد الله بن عمر رضی الله عنهما یحدث ان عمر بن الخطاب حین تایمت حفصة بنت عمر من خنیس بن حذافة السهمی وکان من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وتوفی بالمدینة

فقال عمر بن الخطاب ایتت عثمان بن عفان فعرضت علیہ حفصہ فقال سانظر فی امری فلبثت لیالی ثم لقینی فقال قد بدا لی ان لا اتزوج یومی هذا قال عمر فلقیت ابا بکر الصدیق فقلت ان شئت زوجتک حفصہ بنت عمر فصمت ابو بکر فلم یرجع الی شیئا وکنت اوجد علیہ منی علی عثمان فلبثت لیالی ثم خطبها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانکحتها ایاہ فلقیني ابو بکر فقال لعلک وجدت علیّ حین عرضت علی حفصہ فلم ارجع الیک شیئًا قال عمر قلت نعم قال ابو بکر فانہ لم یمنعنی ان ارجع الیک فیما عرضت علی الا انی کنت علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرها فلم اکن لافشی سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلتها۔ ص۱۵۳ جلد ۳

خلاصہ اس روایت لطیفہ کا یہ ہے کہ خلیفہ دوم کے پوتے حضرت سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہین کہ خود خلیفہ دوم حضرت عمر فرماتے ہین کہ جب خنیس بن حذافہ سہمی شوہر حفصہ مدینہ مین مرگیا اور حفصہ بیوہ ہوگئی تو مین خود عثمان بن عفان کے پاس گیا اور مینے اوسپر حفصہ کو پیش کیا (معلوم نہین خلیفہ صاحب حفصہ کو بھی اپنے ہمراہ پیش کشی کے واسطے لیتے گئے تھے یا محض زبانی پیش کیا تھا) یہ کیف خلیفہ صاحب فرماتے ہین کہ عثمان نے کہا کہ مین عنقریب اپنے امر مین نظر کرونگا مینے چند شب توقف کیا اسکے بعد عثمان مجھسے ملے اور کہنے لگے کہ مجھے مصلحت یہ امر معلوم ہتا ہے کہ مین بالفعل تزوج نہ کروون خلیفہ صاحب فرماتے ہین کہ اسکے بعد مین ابوبکر کی ملاقات کو گیا اور مینے کہا کہ اگر تم چاہو تو مین تمسے حفصہ کی تزویج کردون ابوبکر چپ ہو رہے اور مجھکو کچھ جواب نہ دیا مجھے ابوبکر پر عثمان سے زیادہ غصہ آیا مینے چند شب اور توقف کیا اور اسکے بعد رسول اللہ نے حفصہ کا خطبہ کیا مینے اونکے ساتھ اوسکا نکاح کردیا اسکے بعد ابوبکر مجھے ملے اور کہنے لگے شاید تم اوس وقت مجھسے ناراض ہوگئے جب تم نے حفصہ کو مجھپر پیش کیا اور مینے

تمکو کچھ جواب نہ دیا پھر کہا بات ابوبکر کہنے سے کہ مجھے اوس امر کے متعلق جو تم نے
پیش کیا تھا تمکو جواب دینے مین کوئی امر مانع نہ تھا سوا اسکے کہ مین جانتا تھا کہ رسول
خدا اس حفصہ کا ذکر کیا ہے اور مجھے منسب نہ تھا کہ مین رسول خدا کا راز افشا کرون
اور اگر رسول خدا حفصہ کو چھوڑ دیتے یعنی اوس سے عقد نہ کرتے تو مین اوسکو قبول
کر لیتا اے حضرت مخاطب ذرا آپ متوجہ ہوکر سنین کہ اس روایت شریفہ و حکایت
لطیفہ مین کیا کیا امور قابل التفات ہین پہلا امر تو یہی قابل غور ہے
کہ حضرت ثانی کو حضرت حفصہ کے شوہر اول کے مرتے ہی کسقدر جلد فکر اون کے
عقد ثانی کی پیدا ہوئی جسکی وجہ اگر شدت جذبات نفسانی حضرت حفصہ نہو تو کم
سے کم جذ حضرت عمر کے نان و نفقہ و خرچ سے تنگدلی تو ضرور ہوگی اگر اس زمانہ کے
وہ حضرات اہلسنت جو تعدد بیویون کیلئے بیحد و نہایت کوشش کرتے ہین اس
روایت کو پیش نظر رکھکر حضرت عمر کے دلیل قوم کی دلالت سے بہانی حاصل
کرین اور باتباع حضرت خلیفہ ثانی فعل کو قول کے مطابق کر دکھائین تو پوری
کامیابی کی امید ہے دوسرا امر جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے مطلقاً
شرم و حیا سے کام نہ لیا اور حضرت حفصہ کو باوصف بیوہ اور سن ہونیکے پہلے حضرت
عثمان پر پیش کیا اور اونکے انکار کے بعد ابوبکر پر پیش کیا جسکی وجہ علمائے اہل
سنت یہ ظاہر کرتے ہین کہ آدمی کو اپنی بیٹی کا اہل معاملہ و خیر پیش کرنا جائز
ہے جیسا کہ بخاری کے عنوان باب سے ظاہر ہے اور ابن حجر عسقلانی اس قصہ
کی شرح مین لکھتے ہین وفیہ عرض الانسان بنتہ وغیرھا من مولیاتہ
علی من یعتقد خیرہ وصلاحہ لما فیہ من النفع العائد علی المعروضۃ
علیہا وانہ لا استحیاء فی ذلک لیکن ناظرین نہین سمجھ سکتا ہے کہ یہ عذر کہان
تک معقول اور قابل قبول ہے اور لطیف تر یہ ہے کہ خود اسکی حقیقت حضرت
عسقلانی ہی کے بعض افادات سے ظاہر ہوتی جاتی ہے کیونکہ شارح موصوف
اسی فتح الباری مین اسی واقعہ کے متعلق ایک روایت سعید بن المسیب سے

[illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... [illegible] ...
... [

اسقدر معقول آدمی تھے کہ حضرت عثمان کے عذر کرنے سے خفا ہو گئے حالانکہ کوئی
بات خفا ہونے کی نہ تھی اس لئے کہ حضرت عثمان نے اونکو فوراً جواب نہین دیا
بلکہ وعدہ کیا کہ مین غور کرکے جواب دونگا اور جب جواب دیا تو اچھے عنوان سے
جواب دیا اور کہا کہ مین بالفعل تزویج کا قصد نہین رکھتا ہون اور یہ نہین کہا کہ
آپکی لڑکی بوجہ ثیبہ و کبیرۃ السن ہونے کے میرے قابل نہین ہے لیکن حضرت عمر
باینہمہ خفا ہو گئے یہ بھی ایک عجیب امر ہے کہ آدمی اپنی ثیبہ اور کبیرۃ السن لڑکی
کو خود ہی تو دوسرے شخص پر پیش کرے اور اگر وہ شخص کسی عذر معقول کے ساتھ
اوسکو جواب دیدے تو اوس سے خفا ہو جائے لیکن غالباً حضرت عمر کے خفا ہونیکی
خاص وجہ یہ ہوگی کہ وہ اپنے آپکو اتا لیقی رسول خدا کے منصب پر فائز سمجھتے
تھے اور خدا کو بھی اپنا تابع سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ معاذ اللہ اونکی رائے کے موافق
وحی نازل فرماتا تھا پس اگر ایسا شخص شرم کو بالائے طاق رکھکر کسی سے اپنی بیٹی
کے عقد کا سوال کرے اور وہ شخص اس سوال کی قدر نہ کرے اور اوسکو رد
کر دے تو درحقیقت مستوجب کمال عتاب ہے چھٹا امر قابل توجہ یہ ہے کہ
حفصہ کے پیش کرنیکے متعلق حضرت عمر کے سوال کو جب حضرت ابوبکر نے قبول نہین
کیا تو وہ اور بھی زیادہ خفا ہوئے جیسا کہ خود کہتے ہین وکنت اوجد علیہ منی
علی عثمان یعنی مین ابوبکر پر بہ نسبت عثمان کے زیادہ تر غضبناک ہوا اسکی توجیہ
مین عسقلانی شارح بخاری نے جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دیکھنے کے ہے لکھتے ہین
قولہ وکنت اوجد علیہ ای اشد موجدۃ ای غضبا علی ابی بکر من
غضبی علی عثمان وذلک لامرین احدھما ما کان بینھما من اکید
المودۃ ولان النبیؐ کان اخی بینھما واما عثمان فلعلہ کان تقدم من
عمر ردہ فلم یعتب علیہ حیث لم یجبہ لما سبق منہ فی حقہ و
الثانی لکون عثمان اجابہ اولا ثم اعتذر لہ ثانیا ولکون ابی بکر لم یعد
علیہ جوابا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ عسقلانی صاحب فرماتے ہین کہ حضرت عمر کا حضرت

ابوبکر پر زیادہ غضبناک ہونا دو امرون کی وجہ سے ہوا ایک تو یہ کہ عمر و ابوبکر مین
نہایت گہری دوستی تھی اور اس لئے کہ آنحضرتؐ نے ان دونون کے درمیان
مواخات بھی کردی تھی (یعنی ایسی حالت مین حضرت ابوبکر کا اپنے ایسے گہرے
دوست اور بھائی کی بیٹی کو قبول نکرنا نہایت باعث غضب ہے) لیکن عثمان
پس شاید عمر نے پہلے عثمان کو رد کردیا ہو (یعنے شاید عثمان نے پہلے خود عمر سے حفصہ کا
خطبہ کیا ہو اور عمر صاحب نے عثمان کو رد کردیا ہو) پس عثمان نے عرض عمر کو جب قبول
نہ کیا تو عمر نے اونپر عتاب نہین کیا اسلئے کہ سابقًا خود حضرت عمر ایسا ہی کر چکے تھے۔
(یعنی چونکہ پہلے عمر نے عثمان کا کہنا نہ مانا تھا اسلئے جب عثمان نے عمر کا کہنا نہ مانا تو عتاب
کا موقع نہ رہا) اور دوسرے وجہ شدت غضب کی یہ ہے کہ عثمان نے پہلے تو عمر کا
کہنا مان لیا اور کہا مین عذر کرونگا پھر عذر کردیا اور ابوبکر نے عمر کو کچھ جواب ہی نہ دیا۔
(یعنی چونکہ عثمان نے حضرت عمر کی اتنی مراعات کی کہ جواب دیدیا اور عذر معقول کیا
اور ابوبکر نے حضرت عمر کو قابل جواب بھی نہ سمجھا اس وجہ سے حضرت عمر اون سے
بہت خفا ہو گئے لیکن اس افادۂ حضرت عسقلانی مین فی الجملہ تامل ہے اسلئے
کہ حضرت عسقلانی کا یہ فرمانا کہ عمر نے عثمان پر عتاب نہین کیا اگر مراد اس سے یہ ہے
کہ حضرت عمر نے اپنی غلظت و فظاظت سے کام لیکر اونکو برا بھلا نہین کہا اور روبرو
سب و شتم کے مرتکب نہین ہوئے تو خیر اور اگر مقصود یہ ہے کہ اونکو عثمان کا جواب
صاف دینا اور حفصہ کو باوصف عرض قبول نکرنا برا نہین معلوم ہوا اور وہ اس سے
غضبناک نہین ہوئے تو یہ امر بالکل غلط ہے کیونکہ وہ خود کہہ رہے ہین وکنت
اوجد منی علی عثمان یعنی میں ابوبکر پر عثمان سے زیادہ غضبناک ہوا جس سے
صاف ظاہر ہوا کہ وہ عثمان پر ضرور غضبناک ہوے لیکن یہ اور بات ہے کہ حضرت
ابوبکر پر اونکے غیظ کا تحمل بمیثر بدرجات عدیدہ مترتی ہو گیا ساتوان امر قابل غور
یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر مین اس واقعہ سے ایسی کشیدگی ہو گئی کہ

حضرت عمر نے حفصہ کا نکاح رسول خدا سے کر دیا اور وہ زوجیت اہل کرکے دونوں میں
شریک تک نہ کیا لیکن حضرت ابوبکر نکاح ہو جانے تک حضرت عمر سے
اور بعذریت خاوند ہوتے آنجناب ابوبکر کی توجہ سے سبقت اجتہاد نے حضرت عمر
سے وقت مفاوضت کی لطافت سے دریافت کیا کہ تم جس وقت حفصہ کا پیغام
جب تم نے حفصہ کو تجہیز کیا تو میں نے تمکو جواب نہیں دیا تھا حضرت عمر
حضرت عمر نے اونکے جواب میں فرمایا کہ قرار دیتے تھے کہ میں حضرت
واقعاً شیخین کی گہری دوستی اور درجہ کی مروت اور ایثار کی
ہے ایسے ہی موانع سے تھے تو ان امور کا ظہور حضرت ابوبکر کے
حضرت عمر سے یہ ذکر کیا کہ سبب کوئی مانع نہ تھا میں تو
سوا اسکے کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول خدا نے حفصہ کا ذکر
کار از افشا کر سکتا تھا حالانکہ عجب جہل عذر ہے کہ فرض کیجئے کہ واقعیت
ایسا ہی تھا کہ حضرت ابوبکر رسول خدا سے حفصہ کا
کہ میں حفصہ سے اس وجہ سے
لیکن کیا حالانکہ
بالفعل سبب اس عقد کی منظور کرنے میں
کیونکر آخر تم چپ ہو رہے اور
حضرت عمر بہانہ خفا ہوئے اور اونکی نسبت
ہے اپنے اظہار غیظ و غضب کیلئے
یہ ہے حضرت ابوبکر نے آخر کلام میں عجب لطف سے یہ کنایہ کیا ہے کہ لو ترکہا رسول
اللہ خیرتہا یعنی اگر رسول خدا حفصہ کو چھوڑ دیتے
تو میں اسکو قبول کر لیتا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر شاہ اللہ صنعت قدرت
میں بالغ نظر تھے جسے زیادہ حق بیان حقیقت
تھیں کہ درست رسول خدا سے ہو کے نظر نانے کے

تو اونکو ازم تھا کہ جب حضرت عمر نے حفصہ کو اون پر عرض کیا ہے تو اوس وقت کم سے کم ایک جواب معقول دیدیتے اور حضرت عمر کو واجد سے اوجد نہ بتاتے اوس وقت بالکل خاموشی اور اس وقت معذرت مین یہ شاعرانہ لسانی دونون امر قابل دید ولائق شنید ہین بالجملہ اس واقعہ سے اگرچہ عند الامتحان دونون صاحبون کی جانداری بخوبی ظاہر ہوتی ہے لیکن حضرت ثانی کا نمبر اول سے بمراتب تر دیدہ اول نظر آتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا واقعہ جسمین دوستر ظلمۃ صاحب کی جانداری واقعہ سابقہ سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اور سنئے اور سر دھنئے کہ حضرت حفصہ کے بایمین اونھون نے اپنے عہد خلافت مین کس درجہ شرم وحیا سے کام لیا ہے جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا مین ذکر اخبار وقضایا ے عمر مین تحریر کرتے ہین اخرج عن جریر قال اخبرنی من اصدق قال سمعت سریبنا هو یطوف سمع امراۃ تقول ؎ تطاول هذا اللیل واسود جانبه ٭ وارقنی ان لا خلیل ٭ لاعبه ٭ فلولا حذاء الله لاشئ مثله ٭ لزعزع من هذا السریر جوانبه فقال عمر ویمالک قالت اعزبت زوجی منذ اشهر وقد اشتقت الیه قال اردت سوءا قالت معاذ الله قال فاملکی علیک نفسک فانما هو البعیر الیه فبعث الیه فجعل علی حفصة فقال انی سائلک عن امر فلا تکتمنی وافرجیه عنی کم تشتاق المراۃ الی زوجها فخفضت راسها واستحیت۔

قال فان الله لا یستحی من الحق فاشارت بیدها ثلثة اشهر والا فاربعة اشهر فکتب عمر ان لا تحبس الجیوش فوق اربعة اشهر۔ محصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عمر ایک شب گشت لگا رہے تھے کہ اونھون نے سنا ایک عورت دو شعر پڑھ رہی ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ یہ شب دراز ہوگئی اور اوسکا کنارہ سیاہ ہوگیا۔ اور مجھکو اس امر سے جگا یا کہ کوئی میرا ایسا دوست نہین ہے کہ اوسے ہم ملاعبت کرون پس اگر خوف نہوتا اوس خدا کا جسکی مثل کوئی چیز نہین ہے تو ہلا دیتا اطراف اس تخت کی جسپر مین موجود ہون ہلتی ہوئی ہوتی مراد یہ ہے کہ مین کسی دوست کو بلاکر اوس سے مشغول مباشرت ہوتی حضرت عمر نے یہ سنکر

تو اوس عورت سے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہے اوسنے کہا کہ مینے میرے شوہر کو چند ماہ سے لڑائی پر بھیجا ہے اور مجھے اوسکا اشتیاق ہے حضرت عمر نے کہا کیا تیرا ارادہ کسی امر مد کا ہے اوسنے معاذ اللہ حضرت عمر نے کہا اپنے نفس کو روکے رہ تیرے شوہر کے آنے مین صرف اتنی دیر ہوگی کہ قاصد اوس تک پہونچے بعد اسکے قاصد اوس عورت کے شوہر پاس روانہ کیا اور اسکے بعد حضرت عمر اپنی بیٹی حضرت حفصہ پاس آئے اور اون سے فرمایا کہ مین تمسے ایک امر دریافت کرتا ہون جس نے مجھے رنج مین ڈالا ہے اور اوس امر کو تم مجھسے کھول دو بتاؤ کہ عورت اپنے شوہر کی طرف کتنے دنون مین مشتاق ہوتی ہے حضرت حفصہ نے سر اپنا جھکا لیا اور شرما گئین مگر خلیفہ صاحب نے جملہ فان اللہ لا یستحی من الحق اپنی زبان پر جاری کرکے اونکو بتانے پر مجبور کیا آخرکار اونھون نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ تین مہینے نہین چار مہینے اسکے بعد حضرت عمر نے یہ لکھ بھیجا کہ لشکر چار مہینہ سے زیادہ کسی مقام پر نہ روکی جائین ۔ کیون مخاطب صاحب کچھ سنا آپنے کہ آپکے خلیفہ صاحب نے جوش عدل تقدیری دکھانے مین کیا غضب کیا دیکھئے بیحیائی اسکو کہتے ہین کہ کیسے امر شنیع کا سوال اپنی بیٹی سے کیا اور قطع نظر دختر ہونے کے اسکا بھی خیال نہ کیا کہ یہ تو زوجہ رسول ہین اور میری مان ہین کیا اونکو کسی اور ذریعہ سے عورت کے اشتیاق کا زمانہ نہین معلوم ہوسکتا تھا کہ یہ بیحیائی اختیار کی اور مطلقاً یہ خیال کیا کہ ایسے امر شنیع کا اپنی بیٹی سے کہ جو زوجہ رسول ہے دریافت کرنا علاوہ بیحیائی کے حد درجہ کی توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے شاید وجہ اسکی یہ ہوگی کہ کسی اور عورت کو وہ معتبر نہ سمجھتے ہونگے یا یہ خیال کیا ہوگا کہ اگر کسی اور عورت سے پوچھونگا تو کہین وہ مار نہ بیٹھے یا برا بھلا نہ کہے یا اوسکے عزیز و اقارب درپے انتقام نہون اور چونکہ حضرت حفصہ زوجہ رسول خدا صلعم ہین اور قبل رسول خدا کے ایک اور شخص کے حبالۂ عقد مین رہی ہین اور ہر طرح کا تجربہ انکو ہو چکا ہے لہذا انھین سے اس عقدہ لاینحل کا حل کرنا ٹھیک ہے اور چونکہ خود میری بیٹی ہین تو کیا مجال ہے کہ حقیقت حال نہ بتائین یا کچھ چون وچرا کرین اگر فی الجملہ تامل بھی کرینگی تو مین اونکی قرار واقعی مرمت کرسکتا

بھولن ۔ خیال

افسوس یہ ہے کہ اختصار مانع ہے جس سے زیادہ کچھ ہم نہین لکھ سکتے ورنہ صدہا واقعات لکھ

سکتے تھے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ حضرات نے خود رسول اللہ کے نسبت کیسے کیسے غیر تبان نسوا
کی ہین اور آپکی ام المومنین نے کیا کیا جاسوزکام کیا ہے کہ چمار چوھڑ کی عورتین بھی ان
باتون کو زبان پر نہین لاسکتین چہ جایکہ ام المومنین ہوکر ایسے واقعات بیان کرین بخاری
صاحب اپنی صحیح مین تحریر کرتے ہین حدثنا سلیمان بن حرب عن شعبہ عن
الحکم عن ابراھیم عن الاسود عن عائشہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقبل ویباشر وھو صائم وکان املککم لاربہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت
صلعم بوسے لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے حالت صوم مین اور اپنے عضو خاص کو تم سب سے
روکے رہتے تھے۔ اصل روایت مین لفظ اِرب جو ہے اوسکے معنی عضو کے ہین اور قسطلانی
شارح بخاری نے تصریح کردی ہے کہ مراد حضرت عائشہ کی ارب سے خاص ذکر ہے چنانچہ
لاربہ کی شرح مین لکھتے ہین ای عضوہ وعنت الذکر خاصۃ للقرینۃ الدالۃ علیہ
کیون حضرت مخاطب سنا آپنے کہ حضرت عائشہ کیا فرماتی ہین ایسی باتین اگر زوجہ اپنے شوہر کے
بیان کرے تو کیا کسی دوسری بیوی کے ساتھ کے معاملات پر محمول ہونگے ہرگز نہین بلکہ اوسی کے
حالات سمجھے جائینگے پس بخوبی ظاہر ہوا ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت کا بوسے لینا اور مباشرت
کرنا اور عضو خاص کو روکے رہنا سب اپنی ہی نسبت بیان کیا ہے اور اوس مین کچھ شک نہین مگر
غالبًا ان سب باتون کے ذکر کو آپ خلاف حیا سمجھتے ہونگے اب آپ ایک اور حدیث بخاری کی
سنیئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ایسے حالات بیان کرکے خود ہنس بھی دیا کرتی تھین
تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ حالات آنحضرت کے اونھین کے ساتھ گذرے ہین بخاری صاحب صحیح مین لکھتے ہین
حدثنا محمد بن المثنی ثنا یحیی عن ھشام اخبرنی ابی عن عائشہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنا عبداللہ بن مسلمہ عن مالک عن ھشام
قالت ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیقبل بعض ازواجہ وھو صائم
ثم ضحکت۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ عائشہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم اپنی بعض ازواج کے
بوسے لیا کرتے تھے درحالیکہ وہ صائم ہوتے تھے بعد اسکے حضرت عائشہ ہنسنے لگین اگرچہ ہر صاحب
شعور خود ہی اس کرشمہ وادا سے بخوبی سمجھ جائیگا کہ مقصود حضرت عائشہ کا اس خندہ نازآلودہ سے

بیٹھا اونکا مخاطب جس سے اونھون نے یہ حدیث بیان کی تھی سمجھا کہ مصداق بعض ازواج کا
خود حضرت عائشہ ہی ہین اور اُن مخدرہ نے کمال حیا سے جو اپنے ہی بوسونکا ذکر پر رد کیا ہے
اور اس بارہین کنایہ سے جو ابلغ من التصریح ہے کام لیا ہے لیکن بحمد اللہ بعض شراح بخاری نے
بھی اس امرکو واضح کر دیا اور اس پردہ کو اوٹھا دیا اور اس ضحکی کی بعض ایسی خاص علتین بیان
کین کہ جنکے سننے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے چنانچہ کرمانی اپنی شرح مین لکھتے ہین قیل
کان ضحکها تنبیها علی ان انها صاحبة القضیة فیکون ابلغ فی الثقة وقیل
ضحکت سرورا بتذکر مکانها من رسول اللہ صلعم وحالها معه۔ حاصل
یہ ہے کہ کہا گیا کہ حضرت عائشہ کے ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ تنبیہ ہو جائے کہ اس حدیث مین صاحب
قضیہ وہی ہین یعنی اونھین کے بوسے آنحضرت لیا کرتے تھے تاکہ سننے والیکو اون کی اس حدیث
پر زیادہ اعتماد ہو۔ یعنی اسلئے کہ وہ اپنی بیتی کہہ رہی ہین نہ کسی اور کی بیتی اور کہا گیا ہے
کہ وہ اسلئے ہنسین کہ اون کو سرور ہوا یاد کرکے اوس منزلت کو جو اون کو آنحضرت کی جناب
مین حاصل تھی اور اوس حالت کو یاد کرکے جو اون جناب کے ساتھ اونکو تھی یعنی اون کو
ہنسی اس امر پر آئی کہ وہ اس درجہ حضرت کو محبوب تھین کہ آنحضرت حالت صوم مین
بھی اونکے بوسے لینے سے باز نہ آتے تھے۔ اور میرے خیال مین احتمال اول کرمانی کا
زیادہ قابل اعتماد ہے کیونکہ حضرت عائشہ مجتہدہ تھین اون کو اس ہنسنے سے یہی مقصود ہوگا
لہ لوگ سمجھ جائین یہ واقعہ اونھین کا ہے اور ضرور قابل اعتماد ہے اور لائق اتباع ہے۔
اور بحمد اللہ یہ مطلوب حضرت عائشہ کا تھا وہ حاصل بھی ہو گیا تھا کیونکہ قسطلانی نے
اسی حدیث کی شرح مین لکھا وقد روی ابن ابی شیبة عن شریک عن هشام
فضحکت ظننا انها هی یعنی ابن ابی شیبہ کی روایت مین یہ زیادہ ہے کہ راوی
نے کہا عائشہ ہنسین اوہم سمجھ گئے کہ وہی ہین۔ اور واضح رہے کہ یہ حالت حضرت عائشہ
کی کہ ان حالات خاصہ خلوت کو شرح بیان کرین اور اونکی اپنے نسبت واقع
ہونے مین کنایہ و اشارہ سے کام لین یا ہنس کر سمجھا دین صرف بعض اوقات کے
ساتھ خاص تھی لیکن بعض اوقات آپ بالکل مخلی بالطبع ہو جاتی تھین اور بصراحت

مرد کو اس امر سے آگاہ فرماتی تھین کہ یہ حالات آنحضرت صلعم سے خاص آپکے ساتھ
ظاہر ہوئے تھے نہ کہ امر مباشرت کی بہ نسبت ابو میسرہ سے آپنے صراحت کیساتھ بیان فرمایا ہے کہ
آنحضرت حالت حیض مین مجھسے مباشرت کرتے تھے اور تم سب سے زیادہ اپنے عضو خاص کو روکنے
مین جیسا کہ صحیح بخاری مین مذکور ہے۔ باب ما جاء فی مباشرۃ الحائض حدثنا
ابو النعمان حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ابی معشر عن ابی میسرۃ عن عائشۃ قالت
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یباشرن وھو صائم وکان املککم لاربہ
اور اسی سے تو حضرت عائشہ نے بیان مباشرت کے متعلق یہان تک مبالغہ فرمایا ہے کہ آنحضرت
اون سے حالت حیض مین بھی مباشرت فرماتے تھے اور علاوہ اسکے بعض اور عجیب عجیب
باتین اون کی ہین جو صحیح بخاری مین مرقوم ہے باب مباشرۃ الحائض حدثنا
قتیبۃ قال حدثنا اسمٰعیل عن منصور عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ
قالت کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد وکلانا
جنب وکان یامرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض وکان یخرج راسہ الی
وھو معتکف فاغسلہ وانا حائض۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ
فرماتی ہین کہ مین اور آنحضرت ساتھ ساتھ ایک ہی ظرف سے نہاتے تھے اور حالانکہ
مین اور وہ دونون جنب ہوتے تھے اور وہ حضرت مجھکو حکم دیتے تھے پس مین لنگی باندھ لیتی
اسکے بعد حضرت مجھسے حالت حیض مین مباشرت کرتے تھے اور حالت اعتکاف مین
حضرت اپنا سر میری طرف نکالتے تھے پس مین آنحضرت کا سر حالت حیض مین دھویا کرتی تھی
اور قریب اسکے اور ایک روایت اسی مضمون کی صحیح بخاری مین موجود ہے جس مین حضرت
عائشہ اسود سے بھی آنحضرت کی عضو خاص کا ذکر فرمایا ہے اور یہ ارشاد کیا ہے وایکم
یملک اربہ کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یملک اربہ کون تم مین سے
اپنے عضو کو روک سکتا ہے جس طرح حضرت اوسکو روکے رہتے تھے اور ابو سلمہ کے ہمراہ
بھی آپنے اسی طرح کی صراحت سے کام لیا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین ہے حدثنا ابو بکر
بن ابی شیبۃ ثنا علی بن مسہر عن عبید اللہ بن عمر عن القاسم بن

عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلنی وھو صائم وایکم یملک اربہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یملک اربہ۔ حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ابی قاسم سے اس طرح ارشاد فرمایا کہ آن حضرت صحالت صوم مین میرے بوسے لیتے تھے اور تم مین کون اپنے عضو خاص کو روک سکتا ہے اوس طرح کہ جس طرح وہ حضرت اوسکو روکے رہتے تھے اور علاوہ قاسم کے عروہ سے بھی آپنے اس راز سربستہ کو بیان کردیا ہے چنانچہ مسلم نے اپنی صحیح مین لکھا ہے حدثنا ابوبکر ابن ابی شیبہ ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ ان عمر بن عبد العزیز اخبرہ ان عروہ بن الزبیر اخبرہ ان عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلھا وھو صائم۔ حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عروہ کو خبر دی کہ آن حضرت حالت صوم مین اون کے بوسے لیا کرتے تھے اور علاوہ قاسم و عروہ کے طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان قرشی سے بھی آپنے بصراحت بیان کیا ہے کہ حضرت حالت صوم مین اون کے بوسے لیا کرتے تھے چنانچہ سنن ابو داؤد مین مرقوم ہے حدثنا محمد بن کثیر انا سفیان عن سعد بن ابراھیم عن طلحہ بن عبد اللہ یعنی ابن عثمان القرشی عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلنی وھو صائم وانا صائمۃ اور بعض اوقات تو حضرت عائشہ نے بوسہ لینے کی حالت کو اس انداز سے بیان کیا ہے غالبًا سامع کی نظر مین تصویر اس واقعہ کی پھر گئی ہوگی چنانچہ قسطلانی نے مواہب مین لکھا ہے۔ وروی النسائی عنھا قالت اھوی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقبلنی فقلت انی صائمۃ فقال وانا صائم فقبلنی۔ حاصل ترجمہ اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین آنحضرت میری طرف جھکے کہ میرا بوسہ لین مینے کہا کہ مین روزے سے ہون آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مین بھی روزے سے ہون (مراد حضرت کی یہ ہوگی کہ تم صوم کو اس امر خیر کا کیون مانع سمجھتی ہو کیا مین صوم سے نہین ہون

اور مجھے اپنے روزے کا خیال نہین) بہرکیف حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ بعد اس ارشاد
کے حضرت نے میرا بوسہ لے ہی لیا۔ اور اس سے بھی زیادہ تر لطیف یہ امر ہے کہ حضرت
عائشہ نے آنحضرت کا حالت صوم مین علاوہ بوسے لینے کے اون کی زبان چوسنا بھی بعض
مردون سے بیان کیا ہے اور اونکو اس واقعہ سے آگاہ فرماکر حظ کافی ووافی بخشا ہے چنانچہ
سنن ابوداؤد مین مرقوم ہے باب الصائم یبلغ الریق حدثنا محمد بن عیسی نا
محمد بن دینار نا سعد بن اوس العبدی عن مصدع ابی یحیی عن عائشہ
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلها وهو صائم ومص لسانها
حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے مصدع سے بیان کیا کہ جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم حالت صوم مین اونکے بوسے لیا کرتے تھے اور اونکی زبان چوستے تھے
اور حضرت عائشہ کو یہ فعل آن حضرت کا اس درجہ مرغوب تھا اور اسقدر اونکو اس کی
چاٹ پڑگئی تھی کہ اونھون نے قریب وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہی
چاہا کہ خود بھی اس نعمت سے محروم نرہین اور آن حضرت کو بھی اس نعمت سے محظوظ فرمائین
چنانچہ اس خواہش کے جوش مین اونھون نے ایک نئی ترکیب ایجاد کی اور اوس وقت
نازک مین بذریعہ مسواک اپنا لعاب دہن حضرت کے دہن مبارک تک پہونچایا اور بمفاد
انما بنعمة ربك فحدث خود ہی اس بامزہ واقعہ کا حیرت افزا حال ابوعمرو ذکوان سے
کہہ سنایا صحیح بخاری مین مرقوم ہے حدثنی محمد بن عبید قال حدثنا عیسی
بن یونس عن عمر بن سعید قال اخبرنی ابن ابی ملیکة ان ابا عمرو
ذکوان مولی عائشة اخبره ان عائشة کانت تقول ان من نعم الله علی
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم توفی فی بیتی وفی یومی وبین سحری
ونحری وان الله جمع بین ریقی وریقه عند موته دخل علی عبدالرحمن
وبیده السواك وانا مسندة رسول الله صلی الله علیه وسلم فرأیته ینظر
الیه وعرفت انه یحب السواك فقلت آخذه لك فاشار برأسه ان نعم
فتناولته فاشتد علیه وقلت آلینه لك فاشار برأسه ان نعم فلینته

ذا مرّہ بین یدیہ رکوۃ او علبۃ یتشاوہ عرفہا ساء فجعل یمسح بہا
فی الماء ثم یمسح بہا وجہہ یقول لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات ثم نصب
یدہ فجعل یقول فی الرفیق الاعلی حتی قبض ومالت یدہ۔ اس روایت کا
حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی تھین کہ نعمت ہائے خداوند عالم سے مجھپر یہ ہے کہ رسولخدا
صلعم نے میرے گھر مین اور میرے دن مین اور میرے کلیجے اور میرے سینے کے درمیان وفات
پائی اور یہ تھی کہ خدا نے جمع کیا میرے لعاب دہن اور اونکا لعاب دہن اون کی موت کے
قریب اس طرح کہ عبدالرحمن میرے پاس آیا اور اوسکے ہاتھ مین مسواک تھی اور مین آنحضرت کو
اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی مینے دیکھا کہ آنحضرت اوسکی طرف دیکھ رہے ہین اور مجھے معلوم
ہوا کہ آنحضرت مسواک چاہتے ہین مینے مسواک لیکر حضرت کو دی وہ مسواک حضرت کو سخت معلوم
ہوئی مینے کہا مین اس مسواک کو نرم کردون آنحضرت نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہان مین نے
اوسکو چبا کر نرم کردیا حضرت نے وہ مسواک اپنے دہن مین پھیری آنحضرت کے سامنے تجڑے کی
ٹھوپچی یا ایک کاسہ چوبی مین پانی رکھا تھا حضرت اپنے دونون ہاتھ اوس مین ڈبو کر اپنے
منہ پر پھیرتے تھے اور کہتے تھے لا الہ الا اللہ تحقیق کہ موت کی بہت سکرات ہوتے ہین تا اینکہ
آپکی روح قبض ہوگئی اور ہاتھ کج ہوگیا۔

اور اس واقعہ کو حضرت عائشہ نے اپنے مقام فخر و ناز مین علاوہ ابو عمرو دکوان کے عروہ بن
الزبیر اور ابن ابی ملیکہ سے بھی بیان کیا ہے اور یہ دونون روایتین بھی صحیح بخاری مین اسی
روایت کے بعد موجود ہین اس سے زیادہ تر قابل حیرت یہ ہے کہ حضرت عائشہ بعض اور معاملات
خفیہ خلوت کہ بوس و کنار و مس لسان وغیرہ سے بھی زیادہ نازک ہین اونکو بھی مردون سے
بیان فرمایا کرتی تھین گو یہ نفی ہی کے پیرایہ مین سہی چنانچہ شمائل ترمذی مین مرقوم ہے حدثنا
محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن منصور عن موسی بن عبداللہ
بن یزید الخطمی عن مولی لعائشۃ قال قالت عائشۃ ما نظرت الی فرج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط قالت ما رایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قط۔

حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ ایک غلام حضرت عائشہ کا بیان کرتا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ مینے کبھی آن حضرت کے شرمگاہ کی طرف نظر نہین کی یا آنحضرت کی شرمگاہ کبھی نہین دیکھی اے حضرت مخاطب سنا آپنے کہ آپکی مادر گرامی کس مضمون لطیف نازک کو بطنی کے پیرایہ مین بیان فرماتی ہین۔ دیکھئے فصاحت اسکو کہتے ہین بلاغت اسکا نام ہے حسن ادب یہ ہے جبھی ایسی ہوتی ہے بھلا بیچاری حضرت ام سلمہ کو کہان یہ باتین نصیب تھین اونھون نے تو آپکے شیخین کی جسارت کے جواب مین صرف اتنا کہا تھا ما ھو الا کسائر النساء یعنی آنحضرت بھی مثل سائر مردون کے ہین مگر اون کے اتنے سے کلام پر آپ زیادہ برافروختہ ہوکر تمامتر الزام تمام لوگون کی بی بیان غیر مردون کو ایسی باتون کا جواب دیسکتی ہین جو ام سلمہ نے دیا مگر مجھے نہ معلوم ہوا کہ ام لوگون کی بی بیون کا کیا ذکر ہے خاص ازواج رسول مین جو سب سے زیادہ نزدیک فضل و افقہ و مجتہد بلکہ علامہ ہین اونھون نے ایسی ایسی باتین غیر مردون سے بلا سوال و بلا ضرورت بیان کی ہین کہ جنکا ذکر شاید ادنی عورتین بھی مردون سے نہ کرتی ہونگی گو فعلاً سب کچھ کرگذرتی ہون مجھکو سخت حیرت ہے کہ حضرت عائشہ کو اس بیان کی کیا ضرورت تھی اگر کہیئے کہ اونھون نے اس نظر خاص کی نفی اس نظر سے کی کہ ایسی شرم و حیا کا اثبات فرمائین تو یہ امر مخیر ہے ہر عاقل بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس نظر خاص کا وقوع جسکی نفی کی حضرت عائشہ درپے ہین چنداں منافی حیا نہین ہے مگر اسکا ذکر ضرور خلاف حیا و شرم ہے خصوصاً عورتون سے کیلئے اور وہ بھی غیر مردون سے مگر آفرین ہے اس جسارت پر آپکی مادر گرامی کے کہ کس بے تکلفی اور صراحت سے اس امر کو اونھون نے اپنے غلام خاص سے بیان کیا ہے این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ اور یہ نہ خیال کیا جاے کہ حضرت عائشہ نے اس امر مخفی کو بالخصوص اپنے غلام خاص سے بیان کیا ہے اور کسی سے اسکا ذکر نہین کیا نہین ایسا نہین ہے بلکہ آپنے یہ مضمون لطیف مع شئی زائد ابن عباس سے بھی بیان فرمایا ہے چنانچہ علی قاری نے شرح شمائل مین لکھا ہے وروی ابو صالح عن ابن عباس قال قالت عائشۃ ما اتی رسول اللہ احد من نسائہ الا مقنعاً یرخی الثوب علی راسہ وما رایت من رسول اللہ صلعم ولا رای منی اور دہ ابن

المجوس فی کتاب الوضاء نقلاً عن المنتقی۔ اس حدیث کا ابن عباس کہتے ہین کہ عائشہ نے کہا آن حضرت کسی عورت سے مقاربت نہین کرتے تھے مگر جب حالت ہین کہ مقنعہ باندھے ہوئے تھے اور کپڑا اپنے سر پر ڈال لیتے تھے اور نہ بیٹھے آن حضرت سے دیکھا اور نہ آن حضرت نے مجھے دیکھی مراد یہ ہے کہ نہ بیٹھے آنحضرت کی فرج کو دیکھا اور نہ آن حضرت نے میری فرج کو دیکھا۔ اس حدیث مین حضرت عائشہ نے پہلے تو عموماً حضرت کی وہ حالت جو وقت مقاربت ہوتی تھی ابن عباس سے بیان کی ہے بعد اوسکے آنحضرت کی فرج کو خود نہ دیکھنا بیان کیا ہے اور ساتھ ہی آن حضرت کا اون کی فرج کو نہ دیکھنا بھی بیان کیا ہے مگر لفظ فرج کو دونون مقام سے ساقط کردیا ہے لیکن علمائے اہلسنت نے تصریح کردی ہے کہ اس حدیث مین مراد حضرت عائشہ کی فرج ہے چنانچہ علامہ مناوی نے شرح شمائل مین حدیث سابق کی شرح مین لکھا ہے یوید ہ روایۃ سابقۃ منہ ولاای منی تعنی الفرج پس ظاہر ہوا کہ اسقاط لفظ فرج اس مقام مخصوص مین کچھ مانحن فیہ کیلئے مضر نہین ہے۔

اب ہم اس داستان فرح فزا کو یہان تمام کرکے پشاوری صاحب سے پوچھتے ہین سچ بتایئے بیغیرتی ان واقعات مین ہے یا اسمین جو جناب امیر و جناب سیدہ سے معاملہ فدک مین وقوع ہوا کہ جناب سیدہ نے دامن عمر کو پکڑ کر جھڑکا دیا اور فرمایا کہ اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ناحق ناکردہ گناہ بتلائے عذاب ہوگا تو ہم بددعا کرتے اور تو اسکا نتیجہ دیکھتا۔

یہ خیال آپکا محض غلط ہے کہ جس وقت جناب سیدہ سے یہ گفتگو ہو رہی تھی اوس وقت جناب امیر گھر مین چھپکر بیٹھے تھے کیونکہ ہم پہلے بیان کرآئے ہین یہ واقعہ اوس وقت کا ہے جبکہ عمر نے اوس نوشتہ کو چاک کیا تھا جسے ابوبکر نے واگذاشت فدک کے متعلق لکھا تھا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳ رسالہ ہذا۔

اور یہ واقعہ غالباً اندرون خانہ ابوبکر ہی کے ہوا کیونکہ زمیر کو بھی جو جاگیر دی تھی اوسکا نوشتہ ابوبکر نے اندرون خانہ ہی لکھا تھا جسپر عمر صاحب بھونچکے گئے اور ابوبکر نے اوسکو بستر کے نیچے چھپا دیا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳ رسالہ ہذا۔

لہذا اس واقعہ کا علم ہونا بھی جناب امیر کو ثابت نہین ہوسکتا۔ جسکا قرینہ یہی ہے کہ روایت حق الیقین

سے آپنے نقل کیا کہ جب جناب سیدہ پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو خطاب ہائے غضب آمیز و درشت
بابیدا و صیا منود، پھر ایسی حالت میں جناب امیر پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جسکی نہ حضرت کو
خبر ہو نہ اطلاع۔

حالانکہ اگر اطلاع و خبر بھی ہوتی تو آپ کیا کر سکتے تھے کیونکہ حسب روایت اہلسنت آپکی
زندگی۔ وجود۔ اگر دنیا میں باقی تھا تو جناب سیدہ کی بدولت۔ پھر آپ کیا مدد کر سکتے تھے
دیکھئے صحیح مسلم میں ہے صفحہ ۹۱ جلد ۲

وکان لعلی من وجہ الناس حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس
مصالحۃ ابی بکر ولم یکن یبایع تلک الاشہر۔

یعنی جبتک جناب سیدہ سے آبرو تھی جناب امیر کی جب حضرت نے انتقال کیا تو سب کے منہ
حضرت سے پھر گئے جس سے جناب امیر مجبور ہوئے کہ ابوبکر سے صلح کریں اور ابھی تک ان مہینوں
میں بیعت نہیں کی تھی۔

اور آپ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں پڑھتے ہیں کہ عمر کہہ رہے ہیں خلو دونہا فان لا اکرھہ
علی شیئ ما کانت فاطمۃ الی جنبہ صفحہ ۸۲ رسالہ ۱۲

یعنی ابوبکر کہتے ہیں کہ جبتک جناب سیدہ آپکے پہلو میں زندہ ہیں ہم کسی امر پر مجبور نہیں کرینگے
پھر آپ تو فرماتے کہ جب جناب امیر تھے، سو بے زندہ چھوڑ دئے گئے جناب سیدہ ابھی
زندہ ہیں تو وہ کیا مدد کر سکتے تھے۔

آپ لکھتے ہیں "اور حضرت زہرا حضرت علی مرتضی کو کہیں کہ مثل جہان در خانہ نشست"
اقول مگر معلوم نہیں آپنے اعتراض کیا نکالا کیونکہ خود خداوند عالم آنحضرت کے نسبت
فرماتا ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ اگر شرک کروگے
تو ضرور وہ تمہارا عمل حبط کریگا اور ہو جاؤ گے تم زیان کاروں سے پھر سورہ الحاقہ میں فرماتا ہے
ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما
منکم من احد عنہ حاجزین اگر رسول ہمارے نسبت کوئی جھوٹ بنا لائے تو ہم اوسکا
داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور رگ گردن اونکی کاٹ دیتے پھر تمامی لوگوں سے کوئی روک نہ سکتا

ان آیات کریمہ کو دیکھو کیا یہ سکتے ہین رسول اللہ کے نسبت کبھی ارشاد باری ہو مگر کیا اس سے حضرت کی شان مین کوئی نقص آیا؟ ہرگز نہین کیونکہ ایک طرف خداوند عالم اپنی قدرت قاہرہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ دوسری طرف رسول کی شان کو اس سے ارفع و اعلیٰ بنا رہا ہے کہ کسی طرح وہ غلطیات نہین کہہ سکتے۔ پس اگر ان آیات سے حضرت کی شان مین کوئی نقص آسکتا ہے تو بیشک جناب امیرؑ کی شان مین بھی۔ حالانکہ اوسپر بھی کوئی نقص نہین آتا کیونکہ وہان تو خدا اپنے حبیب خاص کے حق مین یہ کلمات استعمال کرتا ہے جسکی شان ایسی ارفع ہے کہ قیاس سے باہر ہے بخلاف جناب سیدہؑ کہ وہ یقیناً مفضول ہین جناب امیرؑ سے۔ جناب سیدہ کی تو جو کچھ شکایت ہے اون غاصبین حقوق سے تھی جنھون نے فدک کو غصب کیا تھا اور جناب امیرؑ کو ایسا مجبور کیا کہ کچھ نہ کر سکے۔ پھر تعجب ہے کہ آپکو اون لوگون پر غصہ نہ آیا جو اس قسم کے ظلم کے باعث ہوئے جسکی نظیر دنیا مین نہین ملتی۔ اور سارا غصہ آپکا جناب امیرؑ پر ہے جنکی مظلومی پر جناب سیدہؑ اپنا ملال و افسوس ظاہر کرتی ہین۔

اس قسم کے مخاطبات جو انبیا و اولیا مین ہوتے ہین اون سے اور اونکی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور عصمت نہ کسی قسم کی توہین ہوتی ہے چنانچہ قصہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے بارہ مین خود قرآن مجید مین ہے۔

قال یا بن ام لا تاخذ بلحیتی ولا برأسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی سورہ طٰہٰ

حضرت ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے میری ڈاڑھی نہ پکڑ نہ میرے سر کے بال، مین تو اس سے ڈرا کہ کہین آپ یہ نہ کہین کہ تو نے بنی اسرائیل مین پھوٹ ڈالدی اور میرے قول کا خیال نہ کیا۔ تفسیر کبیر مین جلد ۶ صفحہ ۹۰

ان موسیٰ لما قال وشو غضبان علی قومہ فاخذ براس اخیہ وجرہ الیہ کما یفعل الانسان بنفسہ متی ذلک تعلم ان فان غضبان المتفکر فیدبص علی صفتیہ ویحتمل ان یعد ویفتش عن خبیث ما جری من عبادۃ العجل فی غیبتہ کما فعل السامری بہ ما صنع الرجل یفتش فی حال الفکر والغضب

یعنی حضرت موسیٰؑ حالت غضب مین تشریف لائے اور سر کا بال حضرت ہارونؑ کا پکڑا اور کھینچا
جیسا کہ انسان خود اپنی نفس کے ساتھ کرتا ہے کہ لب چباتا ہی اور انگلیان کاٹتا ہے۔ تو حضرت
موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو اپنے نفس کی جگہ قرار دیا کیونکہ وہ اونکے بھائی اور شریک تھے
تو جو کچھ اپنے نفس کے ساتھ انسان حال فکر و غضب مین کرتا ہی وہی حضرت موسیٰ نے کیا۔
پس چونکہ جناب سیدہ اور جناب امیرؑ دونو معصوم تھے مثل حضرت ہارونؑ و موسیٰؑ تو جو معاملہ وہان
پیش آیا اوسکی نظیر اس واقعہ کو سمجھئے کہ جناب سیدہ نے اوسی طرح اظہار ملال کیا۔ اور الزام
کسی پر نہین کیونکہ جو مصلحت حضرت ہارون کے پیش نظر تھی وہی جناب امیرؑ کو روک رہی ہی
کیونکہ آپ ہی تو نص رسول انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کے مصداق ہین۔
قولہ۔ پھر کریہی صحیح ہی کہ انھون نے صبر کیا تھا۔ تو کیا حضرت عباسؓ کے پرنالہ کا واقعہ انکو
بھول گیا ہی۔ مولوی دلدار علی نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین جو امام رازی کی کتاب نہایت
العقول کا جواب ہے۔ پرنالہ کے قصہ کو مفصل لکھا ہی۔ پھر ایک پرنالہ پر اس قدر غصہ کہ اگر
کسی نے اسکو اکھیڑا۔ تو اسکو جلتی دھوپ مین صلیب دونگا اور اپنے ناموس کی نسبت
وہ کہتا ہی۔ کہ اسکو غیر آدمی ستاتے ہین۔ حتی کہ گھر جلاتے اور سقط حمل تک نوبت پہونچتی ہی
مگر مولا مشکلکشا، اُن کو ہون تک نہین کہتے۔ کیا ایسا شخص جو لقب شیعہ اسد اللہ الغالب
غالب کل غالب ہو ایسی باتونکی برداشت کرسکتا ہے۔ فتدبر
اقول خدا آپکو عقل دے اور کیا کہون کیونکہ مواردِ صبر و حلم مختلف ہوتے ہین۔ چونکہ معاملہ غصب
فدک مین خود جناب امیرؑ کی شرکت تھی کہ سب ہی کہتے جناب امیرؑ حضرت سیدہ کو آمادہ کرتے ہین
اسلئے وہان صبر ہی کا موقع تھا کہ معلوم ہو یہ ایسے ظالم ہین جو بنت رسول پر ظلم کر رہے ہین
بخلاف حضرت عباس کے معاملہ کے کہ وسکا نفع جناب امیرؑ کو نہ تھا۔ اسلئے وہان کوشش کرنا
اپنی ہی ذاتی غرض پر نہ محمول ہوتا۔ بلکہ محض حمایت مظلوم پر جسکو تمام قوم پسند کرتی ہے۔

بہ استثناء اہلسنت

آپنے ہزارون جگہ تبین دیکھی ہونگی کہ جناب رسالتمآب کو مغلظات گالیان دیتے ہین حضرت کے
قتل کا ارادہ کیا ہے۔ نگر آپنے لعنت کی ہو۔ قتل کیا ہے۔ بلکہ بمصداق فاصبر کما صبر

اولوا العزم من الرسل صبر فرمایا ہے۔
مگر جہان کسی صحابی پر ظلم ہوا یا عموماً کسی رعیت پر تو پھر آپنے صبر نہین کیا اور اوسکا ضرور انتقام لیا ہے
جسکے شواہد و نظائر کی ضرورت نہین اہل علم کو معلوم ہے۔
آیئے یہان قصہ افک یاد کرنا چاہیئے جس مین حضرت عائشہ پر اتہام لگایا گیا ہے۔ مسطح خالہ زاد برادر
ابوبکر پر صدقذف جاری کیا۔ اور ان سبکا سرآمد و سرغنہ جو عبداللہ بن سلول تھا اوسپر کوئی
حد نہین لگائی۔ تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے۔ ص۲۵ جلد ۵

فقال عبد الله بن ابی سلول للناس فجر بها ورب الکعبة واعانه علی ذلک
حسان بن ثابت۔ و مسطح بن اثاثه و حمنه و شاع ذلک فی العسکر فبلغ ذلک
فکان فی قلب النبی ما قالوا حتی رجعوا الی المدینة واشاع عبد الله بن
ابی هذا الحدیث شق المدینة واشتد ذلک علی رسول الله۔

یعنی جب صفوان بن معطل عائشہ کو اپنے ناقہ پر بٹھا کر لایا ہے تو عبداللہ بن ابی سلول نے
کہا قسم رب خانہ کعبہ کی کہ اس شخص نے اسکے ساتھ بدکاری کیا ہے۔ اوسکی تائید کی حسان
بن ثابت۔ مسطح بن اثاثہ حمنہ (خواہر حضرت زینب بنت جحش زوجہ رسول اللہ) نے اور یہ
خبر تمام لشکر مین پھیل گئی جس سے حضرت کے دل مین بھی شک پیدا ہوا جب مدینہ پہونچے تو عبداللہ
بن ابی سلول نے اس خبر کو خوب شایع کیا اور حضرت پر یہ امر نہایت سخت گذرا۔
اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ بانی مراد اس معاملہ مین تھا۔ وہ عبداللہ بن ابی سلول تھا جسنے بقسم
قذف کیا اور تمام مشہور کیا۔ مگر رسول اللہ نے سپر دلی حد نہ جاری کی چنانچہ فتح الباری شرح صحیح
بخاری مین ہے ص۲۸۱ جلد ۷

وفیه تاخیر الحد ممن یحتمی من ایقاعه بالفهة بنه علی ذلک و ابن بطال مستدل
الی ان عبد الله بن ابی کان ممن قذف عائشة۔ ولم یقع فی الحدیث انه ممن حد۔

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہان حد قائم کرنے سے خوف فتنہ ہو وہان جائز ہے کہ اوس حد
کو ملتوی کر دے کیونکہ عبداللہ بن ابی بھی اون لوگون سے تھا جسنے قذف عائشہ کیا تھا اور
حدیث مین اسکا ذکر نہین ہے کہ اوسپر حد لگائی گئی ہو۔

پس جب ایسے امر عظیم مین کہ عائشہ کی محبوبہ پر تہمت لگائی گئی تھی وہ حضرت اتنا بڑا کام
ہین حضرت نے باانہمہ قوت و شدت کے ۔ ۔ ۔ ۔

Accus

پر مطلق حد لگا یا ہی نہین - تو پھر فرمایئے جو شخص ایسے نبی کا تابع ہو جسنے برضا و رغبت یا بمجبوری ایسے لوگونپر بھی حد نہ لگا یا جو ایسے امر عظیم کے مرتکب ہوے کہ عائشہ سی محبوبہ کو متہم بنا کیا یا اوسکا وصی جانشین اگر منتہاے مجبوری مین اون ظالمونکو سزا نہ دی جنھون نے جناب سیدہ پر یہ ظلم کیا تو آپکو کیون تعجب ہوتا ہے -

حضرت زینب ہو بنت رسول اللہ کہی جاتی ہین اور زینب خیر بناتی اونکے حق مین روایت کی جاتی ہے جو بخوبی حال سابقاً مذکور ہو چکا کہ یا وصفیکہ اونپر کیسا ظلم ہوا تھا جس سے وہ ہلاک ہوین - مگر رسول اللہ نے اوسکا بدلہ نہ لیا - تو جناب امیر نے اگر حضرت کی تاسی کی - تو اس سے کیا ظالم کا ظلم محو ہو جائیگا - یہی تو صفت ہے انبیا و اولیا کی کہ وہ اپنی نفس کیلئے کچھ نہین کرتے اور غیرونکے لئے جان تک دے ڈالتے ہین -

افسوس تو زیادہ تر اسی کا ہے کہ آپنے یا آپکے اسلاف نے آجتک نہ تو انبیا کو پہچانا نہ درجہ اولیا کو اپنے نفس پر قیاس کر سکتے ہین کہ جن باتون سے ہم متاثر ہوتے ہین وہ نہین - باتیں وہ تاثرات بھی متاثر ہوتے ہین حالانکہ اونکا وہ درجہ ہے جو آپکے قیاس مین نہین آسکتا کہ محض احیاء شریعت اور انفاذ حکم خدا کیلئے وہ کن کن صعوبات کو برداشت کرتے ہین اور وہی شخص رسول اللہ ہو سکتا ہی یا اسد اللہ الغالب کہلا سکتا ہے جو اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہو کہ ذرہ سا نفسانیت کو بھی نہ دخل دے - کیا قصہ عمرو بن عبدود بھول گئے کہ اوسنے جناب امیر پر معاذ اللہ تھوکا ہے اور حضرت نے تلوار روک لیا ہے اور یہی فرمایا ہے کہ اگر اسوقت مین اوسے قتل کرتا تو نفسانیت شریک ہوتی - روضہ ندیہ مین ہے - ص ۹۰

قلت وفی ھذہ القصۃ ما تقصر عنہ العبارات من الدلالۃ علی شجاعۃ الوصی وعلی بذلہ نفسہ للہ ولرسولہ صلعم بذال نفسہ ثلاث مرات وقد اجملنا ذکرہ ولو یقترح من ابطال المومنین المسلمین شیئا احسن مما خاطب بہ عمرو من الثلاث الخلال التی عرضھا علیہ فللہ ما اثبت ذاک الجنان وما اقوم تلک اللسان ان کلم باللسان اتقن وان کلم بالسنان اتخن وفی بعض روایات القصۃ انہ لما برک علی صدر عمرو لقتلہ عمرو فسکن علیہ السلام عن

می داد آنحضرت گر سنه شمارا پندی داد جاہل شمار ایمنی در امن و امان و ناز و نعمت
دنیاوی و دینی بودید و بودیم مادر زمین دورزن و دشمنان دین همیشه زیرا که همه
کافر بودند غیر از نجاشی و بودیم در شدت و محنت و این همه از جهت خدا سوگند بخورم
من طعامے را و نمی نوشتم آبرا تا آنکه گویم و نقل کنم انچه گفتی تو نزد رسول خدا و گفت
بودیم که ایذا کرده میشدیم و ترسانیده می شدیم پس بگویم بحضرت و به پرسم او را از حقیقت
حال و بخدا سوگند دروغ نه گویم و مثل نکنم باطل و زیاده نه کنم بر انچه شنیدیم از تو
پس هنگامے که آمد آنحضرت در مجلس گفت اسما پرسید از آن حضرت یا نبی الله عمر
میگوید چنین و چنین فرموده آن حضرت پس چه گفتی تو عمر را گفت گفتم چنین و چنین و گفت آنچه
گذشته بود میان عمر و من کلام پس فرمود آن حضرت نیست عمر و یاران و سزاوار تر نزد
من از شما عمر او را و اصحاب او را یک هجرت است که از مکه بمدینه است و مر شمارا اے اہل سفینه
دو هجرت است یعنی یکے از مکه بحبشه و دیگر از حبشه بمدینه مطهره گفت اسما بعد ازیں پس بتحقیق دیدم
ابو موسی و اصحاب سفینه را که می آیند نزد من فوج فوج و فرقه فرقه می پرسیدند مرا از این حدیث و نبود
از دنیا چیزے که ایشان بآن شاد ان تر و بزرگتر شوند در نفسهاے خود از انچه گفت مر ایشان را
پیغمبر صلی الله علیه وسلم و بتحقیق کرد و اعلا ر شان ایشان کرده و بتحقیق دیدم ابو موسی را که طلب حدیث
تکرار میکرد این حدیث از من از جهت ذوق و خوشحالی که دست داد او را ازان و گفته است
ابو موسی قدوم آوردیم ما بمدینه پیغمبر صلی الله علیه وسلم بعد از ان که فتح کرد خیبر را پس قسمت کرد مارا و قسمت
نکرد مر هیچ یکے را که حاضر نشده بود فتح را" الخ

کیا مسلمانوں کی جماعت میں جنکی تعداد اسوقت کروڑوں سے کہیں زیادہ ہے باستثنار
حکم باری کو قبول کیا تو خدا ہی رحم کرے کیونکہ مدار تفریق کار منصب و رسالت تو عمر صاحب
کے قبول و عدم قبول پر ہے مثال یہ ہے کہ جبکو عمر نے مانا وہ منصب رسالت سے ہوا اور جسکو
نہ مانا منصب رسالت سے خارج ہوا۔

مگر افسوس یہ ہے کہ اس واقعہ سے بھی اونکا اسلام نہ ثابت ہوسکا کیونکہ یہ
تجربہ سے ثابت ہو چکی تھی کہ جس کے بارے میں حضرت نے یہ دعا کی وہ مارا گیا تو
دعائی تصدیق کہاں حاصل ہوا وہ تو تجربہ کی تائید ہوئی۔

شیعہ دو چار مسلمان بھی ایسے نکل سکتے ہین جو اس حدیث رسول کی تصدیق کرین اور حضرت کو اس بیان مین صادق مانین جنمین حضرت نے یہ کہدیا ان فرماتے ہین کہ ہرگز عمر اور راوس کے ساتھی ٹملوگون سے بہتر اور راحق تر ہمارے ساتھ نہین ہین؟ حاشا و کلا۔ ہم جہانتک جانتے ہین ایک متنفس بھی ان مدعیان اسلام مین ایسا نہوگا جو رسول اللہ کی اس حدیث پر ایمان لائے اور حضرت کو اس قول مین صادق جانتے کیونکہ مسلمانون نے اپنا عقیدہ یہ قایم کیا ہے افضل البشر بعد نبینا ابوبکر و عمر۔ شرح عقائد نسفی ص۷۵

پھر بتائیے یہ کس قسم کے مسلمان ہین کہ رسول اللہ کو انے اہل قرابت کو بتصریح تمام ابوبکر و عمر سے افضل فرمائین اور حضرات اہل سنت برخلاف اوسکے یہ عقیدہ قائم کرین کہ شیخین افضل ہین آپ اس روایت کو بغور ملاحظہ فرمائین کہ اسمارہت عمیس جو رسول اللہ کی بعثت کے دو تین برس کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے ملک حبش مین گئی ہین جو نہ اپنا ملک ہے نہ اپنا وطن ہے نہ اپنی زبان ہے نہ اپنا دین ہے نہ اپنی قوم نہ قبیلہ اور شہ بہری مین واپس آئی ہین۔ ملاقات حضرت حفصہ کو گئی ہین وہان عمر صاحب کا تشریف لانا اور اس خطاب سے سوال کرنا کہ وہی عورت حبشہ والی وہی عورت ہے دریا والی نہ سلام نہ مزاج پرسی۔ نہ دلدہی۔ نہ انسانی سلوک بلکہ وحشیانہ یہ تقریر ہے کہ ہم تم سے افضل ہین کیونکہ تم ہم سے ہجرت کرکے آئے۔

کیا آپ کسی مہذب شخص کی تقریر ایک ایسے غریب مسافر سے جو اتنے عرصہ کے بعد آیا ہو بطور نظیر پیش کرسکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ کیا آپنے کبھی کسی شخص کو سنا ہے کہ اس طرح وہ اپنی فرضی فضیلت بیان کرے؟ اس مہذب زمانہ مین تو آپ کسی کمینہ سے کمینہ ترکی بھی تقریر نہ سینگے جو انے

بلکہ غور کیجئے تو عمر صاحب نے حضرت پر یہ الزام قائم کردیا جو انگذاشتی اورا کہ چند گاہ بہرہ مندی شدیم جسکے مطلب یہ ہوے کہ حضرت کے اس کلمہ کی بدولت وہ شہید ہوگا قیامت اس دعا کو قرار دیا۔

پھر جب روایت مین اختلاف ہے کہ قائل اسکا کون ہے کیونکہ بعض روایت مین عمر کا نام ہے تو ممکن ہے یہ یارون کی بندش ہو۔

بہرحال اگر طریقہ مولوی شبلی صاحب پر تفریق کا دعنصب و رسالت ملنا جائے تو صرف یہی

منہ میان متھو بنتا ہو، وہ بھی ایک غریب بیکس مجبور عورت کے مقابلہ مین پھر یہ کون سی بڑی شیخی اور بہادری تھی جس پر آپ اسقدر اترائے تھے۔ مگر ہمکو اوس سے زیادہ بحث نہین کیونکہ رسول اللہ نے نہایت صفائی سے عمر کی تکذیب اور حضرت اسماءؓ کی تصدیق تمام عالم پر ظاہر کردی جس سے اوسی زمانہ مین یہ خبر اس درجہ مشہور اور متواتر ہوگئی کہ ہزارون صحابہ فوج در فوج گروہ در گروہ آتے اس حدیث کو سنتے اور خوش ہوتے کہ رسول اللہ نے کس فصاحت سے عمر صاحب کے تکبر کو توڑا ہے اور اون کے غرور کا سر نیچا کیا ہے۔

ہان آپ جانتے ہین۔ یہ اسما بنت عمیس کون ہین؟ حضرت جعفر طیار کی زوجہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ عمر صاحب اپنی فضیلت کو اون کے مقابل مین ثابت کیا چاہتے تھے کیونکہ آپ ملاحظہ کر چکے ہین عمر صاحب کو جو عناد تھا قرابت مندان رسول سے نہ دیگر صحابہ سے اسی وجہ سے یہان چاہا کہ اپنی فضیلت کا اقرار کرالین مگر کب ممکن تھا کہ رسول اللہ کسی ناجائز امر کا اقرار فرمائین اسی وجہ سے حضرت نے اس تصریح سے عمر کی تکذیب کی کیونکہ اسما بنت عمیس مین دو فضیلتین جمع تھین ایک قرابت مندی رسول بہ سبب زوجیت حضرت جعفر طیار۔ دوسری فضیلت ہجرت حبشہ کی کیونکہ ہمنے آجتک کسی حدیث یا تاریخ مین نہین دیکھا ہے کہ عمر صاحب نے اپنی فضیلت کا کبھی دعوی کیا بجز اسکے کہ قرابت رسول کو ہمیشہ وہ نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور بظاہر یہی وجہ معلوم ہوتی ہے اس قسم کی غیر مہذب اور کمینہ تقریر کی۔ ان حالات سے آپ اس نتیجہ پر ضرور پہونچ سکتے ہین کہ عمر صاحب کس قسم کی حقارت قرابت مندی رسول سے تمام مسلمانون مین پھیلا رہے تھے کیونکہ حضرت عباس سے سخت کلامی کر چکے۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب سے وحشیانہ تقریر انکی آپ سن چکے

ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جسمین کسیوجہ سے ہو عمر صاحب نے آپکے اس کلام کو منصب رسالت سے مانا مگر افسوس کہ ایسے صدہا واقعات ہین جنمین کفار نے بھی حضرت کی تصدیق کی ہے اور حضرت کی خبرونکو مانا تھا کہ ویسا ضرور ہوگا لہذا عمر صاحب اور دیگر کفار اس مادہ مین مساوی نکلے پھر کیا وجہ ہے کہ اونکو مسلمان کہین اور انکو نہ کہین مدارج النبوۃ مین ہے۔

امیہ بن خلف تیر نمیخواست کہ از مکہ بیرون رود بہجت آنکہ بوے رسیدہ بود کہ او را خواہد کشت

حضرت ام ہانی خواہر جناب امیرؑ سے انکی بدزبانی آپ معلوم کرچکے۔ زوجہ حضرت جعفر طیار سے غیر مہذب تقریر بھی آپ دیکھ چکے۔ اب وہ زمانہ آیا کہ رسول اللہ نے دنیا سے انتقال فرمایا ایک طرف عمر صاحب ہین اور اونکے ہمرائے صحابہ۔ دوسری طرف خاندان رسالت کے بقیہ السیف جناب امیرؑ جناب سیدہ حضرت عباس حضرت عقیل اور چند بچے یعنی حسنینؑ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن جعفر وغیرہم جنمین کسی کا سن دس برس سے زیادہ نہین پھر بتاؤ عمر صاحب کا تشدد کس درجہ تیز ہوگا۔ پہلا واقعہ آپکو خانہ سوزی جناب سیدہ کا ملیگا جسمین عمر صاحب قسم کھا رہے ہین کہ ہم اس گھر کو ضرور جلا دینگے اور بعض صحابہ کہتے ہین کہ اس مین جناب فاطمہ بنت رسول ہیں لیکن عمر صاحب نہایت بے پروائی سے جواب دیتے ہین ہوا کرین! جیسا کہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۹ مین ہے۔

دوسرا واقعہ اسکے متصل ہی وہ ہے جو جناب امیرؑ کے ساتھ پیش آیا کہ حضرت نے فرمایا اگر ہم بیعت نہ کرین تو تم کیا کروگے۔ عمر نے جواب دیا کہ قتل کرینگے جس پر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تب ایک بندہ خدا اور برادر رسول کے تم قاتل ہوگے جسپر عمر نے کہا کہ بندہ خدا تو ٹھیک ہے لیکن برادر رسول نہین۔ دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۲

دیکھئے ان دونون واقعون مین کس طرح عمر صاحب نے قرابت رسول کی تحقیر کی کہ جناب سیدہ کے نسبت تو کہا "ہوا کرین" اور جناب امیرؑ کی نسبت صاف صاف بیان کردیا کہ آپ برادر رسول نہین ہین۔ اس سے بڑھکر کیا انکار ہوسکتا ہے اور کیا تحقیر قرابت۔

ان مسلسل واقعات سے آپ بخوبی نتیجہ نکال سکتے ہین کہ قرابت رسول کس طرح مسلمانون کی نظرون مین ذلیل وحقیر کی جارہی ہے کہ کہین تو اصل قرابت ہی سے انکار ہے کہین اوسکے

سعد بن معاذ بہ خبر داده بود کہ امیہ بن خلف را یاران من خواہند کشت و خبر آنحضرت نزد کفار قریش بے شک صادق بود صفحہ ۱ جلد ۲

تو کہا عمر صاحب کفار قریش سے بھی گئے گذرے ہوے تھے۔ جو حضرت کے خبر کی تصدیق نہ کرتے۔ تو اب مولوی شبلی صاحب بتائین کہ عمر صاحب کو آپ کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہین کیونکہ آپ فرماچکے ہین "بزرگ جانناد کہ ہم انکو اسلام کے دائرہ سے بھی باہر سمجھتے ہین"

قابل عزت واحترام ہونے سے انکار ہے۔ اب عملی کارروائی سنئے جو اس قرابت رسول کے لحاظ کیلئے کی گئی۔ سنن ابوداود کتاب الخراج والفئی والامارۃ مین ہے۔

حدثنا عبید اللہ بن عمر بن میسرۃ حدثنا عبد الرحمن بن مھدی عن عبد اللہ بن المبارک عن یونس بن یزید عن الزھری قال اخبرنی سعید بن المسیب قال اخبرنی جبیر بن مطعم انہ جاء وھو وعثمان بن عفان یکلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما قسم من الخمس بین بنی ھاشم وبنی المطلب فقلت یا رسول اللہ قسمت لاخواننا بنی المطلب ولم تعطنا شیئاً وقرابتنا وقرابتھم منک واحدۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما بنو ھاشم وبنو المطلب شیء واحد قال جبیر ولم یقسم لبنی عبد شمس ولا لبنی نوفل من ذلک الخمس کما قسم لبنی ھاشم وبنی المطلب وقال وکان ابو بکر یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطیھم وقال فکان عمر بن الخطاب یعطیھم منہ وعثمان بعدہ۔ مطبوعہ کانپور ص ۴۰۴

یعنی جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ وہ اور عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوے کہ کلام کرین دربارہ خمس کے جو حضرت نے تقسیم کیا تھا بنی ہاشم اور بنی المطلب کو جبیر ابن مطعم کہتے ہین کہ مین نے حضرت سے عرض کیا آپنے خمس سے ہمارے بھائیون بنی المطلب کو دیا اور ہمکو کچھ نہ دیا حالانکہ قرابت ہملوگون کی ایک ہے (کیونکہ حضرت ہاشم چار بھائی تھے ہاشم۔ مطلب۔ عبد شمس۔ نوفل۔ حضرت ہاشم کی اولاد رسول اللہ و جناب طیبہ وطاہرہ

جس سے ضرور ہے کہ جسنے اقرار اپنے اب انکو اسلام کے دائرے سے باہر سمجھین۔ کیونکہ مدار تصدیق رسول احکام پر ہے کہ جسنے حضرت کے احکام کو صدق دل سے مانا وہ مومن ہوا۔ اور جس نے احکام مین تصدیق نہ کی وہ کافر ہوا اگرچہ اخبار مین حضرت کو کیسا ہی صادق بلکہ اصدق الصادقین مانتا ہو کیونکہ خداوند عالم سورہ نمل مین فرماتا ہے۔

فلما جاءتھم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم

بنی ہاشم ۔

اور عبد شمس کے عثمان وغیرہ اور نوفل کے جبیر ابن مطعم ۱۲ راقم) پس فرمایا حضرت نے بنی ہاشم اور بنی المطلب ہمیشہ ایک رہے جبیر نے کہا کہ حضرت نے خمس سے حصہ نہ دیا بنی عبد شمس (جسمین حضرت عثمان تھے) نہ بنی نوفل کو (جسمین جبیر تھے) اور تقسیم کیا بنی ہاشم و بنی المطلب کو۔

پھر جبیر کہتے ہین کہ ابوبکر تقسیم کرتے تھے مطابق تقسیم رسول صلعم کے مگر قرابت مندان رسول کو کچھ بھی نہ دیتے تھے جیساکہ رسول دیا کرتے تھے جبیر کہتے ہین اور عمر صاحب دیا کرتے تھے اون قرابت مندون کو وہی خمس سے اور بعد عمر کے عثمان بھی ۔ انتہی ۔

یہان آپ قصہ فدک کو نہ خیال کیجیگا جسکے بارہمین یہ حدیث بنائی گئی کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث بلکہ عام قرابت رسول ہے جسکے بارہمین خداوند عالم فرماتا ہے واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین ۔ یعنی خداوند عالم نے خمس کو پانچ حصون پر تقسیم کیا ہے حصہ خدا حصہ رسول ۔ حصہ ذوی القربی ۔ حصہ یتامی و مساکین ۔ اوسکے متعلق ابوبکر صاحب کی یہ کارروائی تھی ۔ کہ قرابت مندان رسول کو ایک دم محروم کر دیا تھا ۔ جسکا مطلب یہ ہوا کہ حکم صریح خداوند عالم وسنت رسول کو انہون نے ایک دم معطل کر دیا ۔

قصہ فدک مین یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ابوبکر صاحب خود رسول اللہ سے وہ حدیث سن چکے تھے اس سبب سے مجبور تھے ۔ مگر یہان کیا ارشاد ہوگا کہ قرآن مین آج تک یہ حکم موجود ہے اور رسول اللہ صلعم کا اسی کے مطابق عمل بھی تھا لیکن ابوبکر صاحب نے ایک دم محروم کر دیا

ظلما وعلوا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین ۔ یعنی جب اونکے پاس ہماری روشن نشانیان پہونچین تو کہنے لگے یہ صریح جادو ہے اور انکار کیا اوس سے از راہ ظلم وغرور حالانکہ اونکے دلون نے یقین کر لیا تھا ۔ پس دیکھو کیا انجام ہے مفسدین کا ۔

آخر مین ہم مولوی شبلی صاحب کو چیلنج دیتے ہین کہ آپکو تاریخ دانی پر بڑا غرہ ہے ۔ آپ ابتدا سے اسلام عمر صاحب سے ایک واقعہ بھی ایسا دکھادین کہ کسی حکم کو جسمین کچھ دخل در معقولات کا

اور برخلاف اوسکے عمر صاحب نے پھر وہ سلسلہ جاری کیا جس سے اسکا بھی گمان نہین ہو سکتا کہ ابو بکر صاحب کو کوئی خاص حکم اسکے متعلق بھی ملا ہو اسلئے کہ کم سے کم عمر صاحب تو ضرور اوسکی تقلید کرتے۔

خداوند عالم نے صرف اسی آیہ مین حصہ ذوی القربی نہین قرار دیا۔ بلکہ دوسری آیہ مین فرماتا ہے وات ذی القربی حقہ کہ ذوی القربی کو اونکا حق دیدو۔

جسکے مضمون تفسیری سے ہم یہان نہین بحث کرتے بلکہ ظاہری الفاظ قرآن پر توجہ دلاتے ہین کہ کس طرح خدا نے حق ذوی القربی کے دینے کی تاکید کی۔ مگر خلیفہ اول نے خلافت پاتے ہی اوس حق کو ایسا باطل کیا کہ کسی طرح قرابت مندان رسول کو اون کا حق نہ دیا۔

تیسری آیہ مین تو خدا نے یہ بھی فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی جس سے معلوم ہوا کہ مودت اہل قربی کو خدا نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔ مگر اوس حکم کی اسطرح تعمیل کی گئی کہ رسول اللہ کے حضور مین آپکی قرابت مندی غیر نافع اور بیکار شئی قرار دی گئی جسپر حضرت کو بار بار خطبہ کرنا پڑا۔

یہی سبب ہے کہ صحیح مسلم مین ہے وکان لعلی من الناس وجھۃ حیاۃ فاطمہ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ و لم یکن یبایع تلک الاشھر جلد ۲ صلو مطبوعہ دہلی

یعنی زندگی جناب سیدہ سے ایک طرح کی آبرو تھی حضرت علیؑ کو جب حضرت فاطمہؑ نے انتقال کیا تو سب کے سب نہ حضرت علیؑ سے پھر گئے جس سے وہ مجبور ہوے کہ ابو بکر سے صلح کرین یہ روایت اچھی طرح بتا رہی ہے کہ عمر ابو بکر کی متفقہ کوششون نے قرابت مندی رسول کو ایسا کمزور و بے اثر کر دیا تھا کہ جناب امیرؑ ایسے شخص کو جسنے بناے اسلام مین وہ خدمتین کی

موقع ملا ہے عمر صاحب نے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا ہو یا اپنے زمانہ مین کوئی ترمیم اوس مین نہ کی ہو تو ہم آپکو تدریجہ دین بہ استثناء اون احکام کے جو قہراً جاری ہو چکے ہون۔ خواہ وہ عبادات سے ہون یا خواہ معاملات سے جسپر ہم بحث کرتے ہین کہ اگر آپ کوئی حکم ایسا نکالینگے تو انشاء اللہ ہم عمر صاحب کا اختلاف اوسکے متعلق ضرور دکھا دینگے۔

تھین کہ آجتک تواریخ اون کی شاہد ہین۔ اگر کچھ قابل رحم بنایا تو صرف وجود جناب سیدہ نے
کیونکہ جناب سیدہ کی قرابت رسول اللہ سے ایسی نہ تھی جسکا کسی طرح انکار کیا جا سکے۔
اگرچہ حضرت عمر نے اسکے مٹانے مین بھی پوری کوشش کی تھی۔ مگر یہ فطری امر تھا جسکو وہ کسی
طرح نہ مٹا سکے چنانچہ اوسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہے۔

"ثم قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃ فدقوا الباب فلما سمعت
اصواتھم نادت یا علی وابن ابی قحافۃ فلما سمع القوم صوتھا وبکاءھا انصرفوا
باکین وکادت قلوبھم تتصدع واکبادھم تتفطر وبقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا
علیا فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ قالوا اذا واللہ
الذی لا الہ الا ھو نضرب عنقک قال اذا تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ قال
عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسول اللہ فلا وابو بکر ساکت لا یتکلم فقال
عمر الا تامر فی ھذا عبدک فقال لا اکرھہ علی شئ ما کانت فاطمۃ فی جنبہ فلحق
علی بقبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصیح ویبکی وینادی یا ابن امّ ان
القوم استضعفونی وکادوا یقتلونی ص۲۲

یعنی پھر کھڑے ہوے عمر اور گئے ایک جماعت کے ساتھ یہانتک کہ داخل ہوے خانہ جناب
سیدہ تک اور دق الباب کیا جب حضرت نے اون کی آواز سنی تو چیخین اور کہا وا سے ہو
اسما بن ابی قحافہ۔ پس جب صحابہ نے آپکے رونے اور آہ وبکا کی آواز سنی تو روتے ہوے
پلٹ آئے درحالیکہ قریب تھا دل اونکے ٹکڑے ہوجائین اور جگر پاش پاش۔ مگر کھڑے رہے
عمر اور اونکے ساتھ ایک جماعت تھی۔ پھر نکالا حضرت علیؑ کو اور لیگئے ابوبکر کے پاس اور
کہا کہ بیعت کرو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر نہ بیعت کرین تو تم کیا کروگے جسپر اون لوگون نے
جواب دیا قسم اوس خدا کی جسکے سوائے کوئی خدا نہین ہے اسوقت ہم تمہین قتل کردینگے

پھر کیون نہین آپ اپنے قول کی شرم رکھکر صاف صاف کہہ دیتے "کہ ہم انکو اسلام کے
دائرے سے باہر سمجھتے ہین" والسلام علی من
اتبع الھدی

تب حضرت علیؑ نے کہا کہ تم قتل کروگے ایک بندہ خدا اور برادر رسول کو۔ عمر نے جواب دیا کہ بندہ خدا ہونا تو صحیح ہے لیکن رسول اللہ کا بھائی ہونا ہرگز نہین۔ اور ابوبکر اوسوقت چپ تھے کچھ کلام نہین کرتے تھے جس پر عمر نے کہا کیون نہین تم اپنا حکم دیتے ابوبکر نے کہا جب تک حضرت فاطمہؑ اون کے یہان ہین ہم کسی بات پر اونکو مجبور نہین کرسکتے پس گئے حضرت علیؑ قبر رسول پر چیختے روتے ہوئے۔ اور فرماتے تھے (ترجمہ آیا) اے ماجائے میرے قوم نے ہمکو ضعیف کرنا چاہا اور قریب تھا کہ قتل کردین"

یہ آیہ قرآن مجید مین قصہ حضرت موسیٰ و ہارون مین وارد ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ کرکے کوہ طور کی طرف گئے ہین اور قوم بنی اسرائیل نے حضرت ہارون کی مخالفت کرکے گوسالہ پرستی شروع کی پس جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو اون سے حضرت ہارون نے اپنا حال ان لفظون مین ادا کیا ہے۔ اوسی آیہ کی جناب امیرؑ قبر رسول پر پہونچکر تلاوت کی ہے جس سے ہر مسلمان کو رسول اللہ کے حدیث یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ کا لفظ لا نبی بعدی کی بخوبی تصدیق ہوگئی کہ جناب امیرؑ سے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا گیا جو حضرت ہارون کے ساتھ کیا گیا تھا اور حضرت نے بھی اوسی آیہ کی تلاوت کی جو حضرت ہارون نے پڑھی تھی۔

ہماری غرض اس واقعہ کے بیان سے صرف اسقدر ہے کہ جناب سیدہ کے رونے چیخنے چلانیکا اثر تمام صحابہ پر بڑا اور سب کے دل ہل گئے اور سب واپس آئے لیکن حضرت عمر کی ہمت و استقلال مین ذرا فرق نہ آیا جناب سیدہ کے رونے اور چلانے نے بھی کوئی فرق پیدا نہین کیا۔ اور وہ اوسی طرح اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

یہ واقعہ ابتدائے وفات رسول کا ہے کچھ دنون بعد میں کچھ لوگ ایسے جو احادیث رسول اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور اون کے دل باوصف عداوت ایدی

طاہرین مثل شیخین سخت نہ تھے۔ اسلئے یہ ہوا کہ کچھ لوگ چلے آئے تھے۔ اوسکے بعد۔ ابوبکر و عمر کے کارروائیون نے اسکو اس طرح مٹایا کہ آپ سنن ابوداؤد سے دیکھ چکے ابوبکر صاحب نے تقسیم خمس سے حصہ ذوی القربی بالکل نکال دیا کہ کسی طرح اونکا حصہ ہی نہ رہا۔

ہان چونکہ اس تحریر کی ابتدا قصہ اسما بنت عمیس سے کی گئی ہے جو حضرت جعفر طیار کی زوجہ محترمہ تھین لہذا بمناسبت مقام یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہوگا کہ استیعاب ابن عبدالبر کی مین ہے

فلما توفیت جاءت عائشہ تدخل فقالت اسما لا تدخلی فشکت الی ابی بکر فقالت ان ھذہ الخثعمیۃ تحول بیننا وبین بنت رسول اللہ ص وقد جعلت لھا مثل ھودج العروس فجاء ابوبکر فوقف علی الباب فقال یا اسما ما حملک علی ان صنعت ازواج النبی ان یدخلن علی بنت رسول اللہ وجعلت لھا مثل ھودج العروس فقالت امرتنی ان لا یدخل علیھا احد واریتھا ھذا الذی صنعت وھی حیۃ فامرتنی ان اصنع ذلک لھا قال ابوبکر فاصنعی ما امرتک ثم انصرف فغسلھا علی واسماء ص ۱۰۰ جلد ۲

کہ جناب سیدہ نے وفات پائی تو عائشہ نے چاہا کہ اس مکان مین داخل ہون اسما بنت عمیس نے (جو اوسوقت زوجہ ابوبکر تھین) کہا تم اس گھر مین نہ آؤ عائشہ نے اسکی شکایت اپنے باپ ابوبکر سے کی اور کہا یہ عورت خثعمیہ (اشارہ ہے طرف خاندان اسما بنت عمیس کے) ہمکو دختر رسول اللہ ص کے پاس جانے نہین دیتی اور اُنکے لئے ایک چیز بنائی ہے مثل ہودج عروس کے (نعش) یہ سنکر حضرت ابوبکر صاحب بھی تشریف لائے اور اسما بنت عمیس سے پکار کر کہا کہ کیون تو ازواج نبی کو نہین آنے دیتی (عجب بات ہے کہ کوئی بات ان لوگون کی چال سے خالی نہین ہوتی) ہان تو بی بی عائشہ نے کہا ہمکو بنت رسول کے یہان نہین جانے دیتی مگر ایذا دینے کی وقت نہین خیال کیا گیا کہ بنت رسول ہین۔ اور یہان ابوبکر صاحب بھی

وہی گول فقرہ کہتے ہین کہ ازواج نبی کو نہین آنے دیتی اور یہ نہین کہتے کہ عائشہ کو کیون روکا) اور یہ موج عروس ساکیون بنایا ہے اسنے جواب دیا خود جناب سیدہ ہمکو حکم دے گئی ہین کہ کسی کو نہ آنے دینا۔ اور یہ نعش تو مینے خود حضرت کو دکھا دیا تھا اور اس معصومہ نے پسند کیا۔ اور اسکے بنانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر یہ کہکر چلے گئے کہ اچھا بناؤ۔

یہ روایت آپکو اچھی طرح بتا رہی ہے کہ قلب مبارک جناب سیدہ پر کیا صدمہ گذرا تھا کہ اسکی وصیت کی کہ عائشہ ہمارے جنازہ پر نہ آنے پائین۔

مدارج النبوۃ مین ہے صفحہ ۲۲۲ جلد دوم

وگویند کہ روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق رض و صحابہ دیگر رض با علی مرتضے شکایت کردند کہ چون مارا خبر نہ کردی تا شرف نماز بروے دریافتے۔ علی عذر گفت کہ بنا بر وصیت وے کردم کہ چون از دنیا بروم مرا بہ شب دفن کنی تا چشم نامحرم بر جنازہ من نیفتد۔ جس سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کی وصیت صرف عائشہ ہی کے بارہ مین نہ تھی بلکہ ابوبکر صاحب و عمر کے بارہ مین بھی وصیت فرما گئی تھین کہ ان مین سے کوئی شریک جنازہ نہ ہو۔

یہ مختصر چند واقعات ہین جو خود عہد رسول اللہ مین پیش آچکے تھے اور بعد حضرت اون امور کی تجدید ہوتی رہی۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب سیدہ ان کی ثابت شدہ سے مطلع نہون۔ اور یہ ذرا سے کیا چارہ تھا کہ مظلومیت و مغصوبیت سے حقیت اسلام کو ثابت کرین کیونکہ تمامی صحابہ تو طلب دنیا مین مشغول تھے جس سے من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ تصدیق ہو رہی تھی۔

یہ ہے فلسفہ مطالبہ فدک کا جسکی غرض محض اظہار حقیت

اور اسلام کی جلالت قدر و عظمت کا اظہار تاکہ نہ صرف اوسوقت بلکہ قیامت تک تمام عالم کو معلوم ہوتا رہے اسلام کی تعلیم کیا تھی اور صحابہ نے اوسکو کس طرح مٹایا۔

اب ہم اس مقدمہ کو تمام کرتے ہیں اور آیات بینات کے ہر ہر فقرہ کی حقیقت دکھاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کس طرح کی ظلم کاری کی گئی ہے واللہ بالغ امرہ وقد جعل اللہ لکل شیء قدرا

والحمد للہ اولا واخرا والصلوٰۃ والسلام

علی نبیہ واھلبیتہ الطاھرین

باطنا وظاھرا

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصلاح

وہ ماہانہ رسالہ ہے جو تیرہ برس سے فرقہ حقہ شیعہ کی حمایت اور نصرت میں جان توڑ رہا ہے۔ جبکہ کوئی اخبار ورسالہ اس فرقے کا نہ تھا اسنے قوم کی اصلاح اور مخالفین کے دفعیہ کا بیڑا اُٹھایا۔ اور قوم نے بھی اپنے مکمل اغراض ملکی و مالی کا اسکو سرپرست و نگران مان لیا۔

اس دفتر اصلاح نے آجتک جسقدر کتابیں علم کلام میں شائع کیں اور جسقدر مخالفوں کا جواب دیا قوم میں مشہور ہے۔ دو سال سے تنقید بخاری کا سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کیجاتی ہے کہ صحیح اور اتفاقی روایتیں الگ ہوجاتی ہیں اور وضعی و غلط روایتیں الگ باوجودیکہ خوبیوں کے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ۔

تنقید بخاری

پہلا حصہ اصلاح جلد سے شروع ہوا اور ہر جلد ہر ختم ہوا اور جب کثرت شوق شائقین دوبارہ پہلا حصہ اول چھپوایا گیا جسمیں صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثوں پر تفصیلی مگر مختصر نظر لیگئی ہے جسکے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد آتی ہے قیمت صرف چھ آنہ ۶ری

الشمس

الشمس نے اہلسنت کے وہ اسرار کھولے ہیں جو آج تیرسو برس میں نہ کھلے تھے تمام عالم کے اہلسنت جمع ہوں تبھی کوئی جواب صحیح دے سکتے قیمت جلد اول ۴ جلد ثانی ۶

رسالہ وضو

اس کتاب مستطاب سے کون ناواقف ہوگا کہ جناب امیرالمومنین مظہر العجائب ابوالغرائب اسد اللہ الغالب علی بن ابیطالب علیہ السلام کے خطبے و خطوط اور مختلف حدیثیں جنپر مسلمانوں کے دین و دنیا کی ترقیوں کا دار و مدار ہے جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اسمیں جمع کی تھیں قدیم زمانے سے متعدد شرحیں اسکی عربی فارسی میں لکھی گئیں اگرچہ اپنی جگہ یہ کتاب کمیاب بلکہ نایاب تھی جناب فخر المحکما دام ظلہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے اور مبسوط شرح فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلئے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال اسکے ۱۲ جزو ۲۲+۲۹ تقطیع پر شائع ہوں لہذا ہر سالانہ مقرر کیا گیا ہے چھ ماہ پر چھ جزو شائع ہوتے ہیں پوری کتاب کی قیمت درجۂ اول ۱۲ درجۂ دوم ۱۰

مناظرۂ امجدیہ

جسے دنیا کو منوا دیا کہ اسلام میں مذہب حق شیعہ ہے اسکا دعوٰی اور استدلال مطابق کتاب و سنت ہے چالیس صفحوں سے زیادہ کتب معتمدہ اہلسنت سے لکھی گئی ہیں کہ یہی دین حضرت رسول اللہ کا ہے جو شیعوں میں جاری ہے قیمت ۰

مناظرۂ امجدیہ

حصۂ اول جسمیں قرآن و احادیث رسول اللہ و جناب امیر و حسنین اور اقوال عائشہ و صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین و خلفای اہلسنت بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان لعین کے بصراحت تمام مذکور ہے آجتک اس طرح میں کسی کوئی کتاب نہ لکھی گئی تھی۔ قیمت صرف فی جلد ۱۰ری

سید نظیر حسین بیرسٹر